اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا

الجزو نمبر ۲۰ سورۃ النمل ؎

ضیاء الحق

در مطبع ضیاء الاسلام قادیان باہتمام حکیم فضل دین صاحب
بھیروی مالک مطبع مطبوع ہوا

سنہ ۱۸۹۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی

اشتہار کتاب منن الرحمٰن

یہ ایک نہایت عجیب و غریب کتاب ہے جسکی طرف قرآن شریف کے بعض پرحکمت آیات نے ہمیں توجہ دلائی سو قرآن عظیم نے یہ بھی دنیا پر ایک بھاری احسان کیا ہے جو اختلاف لغات کا اصل فلسفہ بیان کر دیا اور ہمیں اس دقیق حکمت پر مطلع فرمایا کہ انسانی بولیاں کس منبع اور معدن سے نکلی ہیں اور کیسے وہ لوگ دھوکہ میں رہے جنہوں نے اس بات کو قبول نہ کیا جو انسانی بولی کی جڑھ **خداتعالیٰ کی تعلیم** ہے اور واضح ہو اس کتاب میں تحقیق الالسنہ کی رو سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں صرف قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو اُس زبان میں نازل ہوا ہے جو **اُمّ الالسنہ** اور الہامی اور تمام بولیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے یہ بات ظاہر ہے کہ الٰہی کتاب کی تمامتر زینت اور فضیلت اسی میں ہے جو ایسی زبان میں ہو جو خداتعالیٰ کے منہہ سے نکلی ہے اور اپنی خوبیوں میں تمام زبانوں سے بڑھی ہوئی اور اپنے نظام میں کامل ہو اور جب ہم کسی زبان میں وہ کمال پاویں جسکے پیدا کرنے سے انسانی طاقتیں اور بشری بناوٹیں عاجز ہوں اور وہ خوبیاں دیکھیں جو دوسری زبانیں اُن سے قاصر اور محروم ہوں اور وہ خواص مشاہدہ کریں جو بجز خداتعالیٰ کے تعلیم اصح علم کے کسی مخلوق کا ذہن انکا موجد نہ ہو سکے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ وہ زبان خداتعالیٰ کیطرف سے ہے سو کامل اور عمیق تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ وہ **زبان عربی** ہے اگرچہ بہت سے لوگوں نے ان باتوں کی تحقیقات میں اپنی عمریں گذاری ہیں اور بہت کوشش کی ہے جو اس بات کا پتہ لگاویں جو ام الالسنہ کونسی زبان ہے مگر چونکہ انکی کوششیں خط مستقیم پر نہیں تھیں اور نیز خداتعالیٰ سے توفیق یافتہ نہ تھے اسلئے وہ کامیاب نہ ہو سکے اور یہ بھی وجہ تھی کہ عربی زبان کیطرف انکی پوری توجہ نہیں تھی بلکہ ایک بخل تھا لہٰذا وہ حقیقت شناسی سے محروم رہ گئے اب ہمیں خداتعالیٰ کی نعمت اور پاک کلام قرآن شریف نے اس بات کی ہدایت فرمائی کہ وہ الہامی زبان اور اُم الالسنہ

بقیہ اخیر پیج پر

جسکے لئے پارسیون نے اپنی جگہ اور عبرانی والون نے اپنی جگہ اور آریہ قوم نے اپنی جگہ دعوے کئے کہ انہیں کی وہ زبان ہے وہ **عربی مبین** ہے اور دوسرے تمام دعویدار غلطی پر اور خطا پر ہین اگرچہ ہمنے اس امر کو سرسری طور پر ظاہر نہیں کیا بلکہ اپنی جگہ پر پوری تحقیقات کرلی ہے اور ہزار ہا الفاظ سنسکرت وغیرہ کا مقابلہ کرکے اور ہریک لغت کے ماہروں کی کتابون کو سن کر اور خوب عمیق نظر ڈالکر اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ زبان عربی کے سامنے سنسکرت وغیرہ زبانون میں کچھ بھی خوبی نہیں پائی جاتی بلکہ عربی کے الفاظ کے مقابل پر ان زبانون کے الفاظ لنگڑون لولون اندھون بہرون مبروصون مجذومون کے مشابہ ہیں جو فطری نظام کو بکلی کھو بیٹھے ہیں اور کافی ذخیرہ مفردات کا جو کامل زبان کے لئے شرط ضروری ہے اپنے ساتھ نہیں رکھتے لیکن اگر ہم کسی آریہ صاحب یا کسی پادری صاحب کی رائے مین غلطی پر ہیں اور ہماری یہ تحقیقات انکی رائے میں اسوجہ سے صحیح نہیں ہے کہ ہم ان زبانون سے ناواقف ہیں تو **اول** ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ جس طرز سے ہمنے اس بحث کا فیصلہ کیا ہے اسمیں کچھ ضروری نہ تھا کہ ہم سنسکرت وغیرہ زبانون کے املا انشا سے بخوبی واقف ہو جائیں ہمین صرف سنسکرت وغیرہ کے مفردات کی ضرورت تھی سو ہمنے کافی ذخیرہ مفردات کا جمع کرلیا اور پنڈتون اور یورپ کے زبانون کے ماہرون کی ایک جماعت سے ان مفردات کے ان معنون کے بھی جہانتک ممکن تھا تنقیح کرلی۔ اور انگریز محققوں کی کتابون کو بھی بخوبی غور سے سن لیا اور ان باتون کو مباحثات میں ڈالکر بخوبی صاف کرلیا اور پھر سنسکرت وغیرہ کی زباندانون سے مکرر شہادت لے لی جس سے یقین ہوگیا کہ درحقیقت وید کی سنسکرت وغیرہ زبانین ان خوبیون سے عاری اور بے بہرہ ہیں جو عربی زبان میں ثابت ہوئیں ؛؛

پھر **دوسرا** جواب یہ ہے کہ اگر کسی آریہ صاحب یا کسی اور مخالف کو یہ تحقیقات ہماری منظور نہیں تو انکو ہم بذریعہ **اس اشتہار** کے اطلاع دیتے ہین کہ ہم نے زبان عربی کی فضیلت اور کمال اور فوق الالسنہ ہونیکے دلایل اپنی اس کتاب میں مبسوط طور پر لکھدے ہیں جو بتفصیل ذیل ہین -

۱-عربی کی مفردات کا نظام کامل ہے -
۲-عربی اعلی درجہ کی علمی وجوہ تسمیہ پر مشتمل ہے جو فوق العادت ہیں
۳-عربی کا سلسلہ اطراد مواد اتم واکمل ہے -
۴-عربی کی تراکیب میں الفاظ کم اور معانی زیادہ ہین -
۵-عربی زبان انسانی ضمائر کا پورا نقشہ کھینچنے کیلئے پوری پوری طاقت اپنے اندر رکھتی ہے -

اب ہریک کو اختیار ہے کہ ہماری کتاب کے چھپنے کے بعد اگر ممکن ہو تو یہہ کمالات سنسکرت یا کسی اور زبان میں ثابت کرے

یا اس اشتہار کے پہنچنے کے بعد ہمیں اپنے منشاء سے اطلاع دے کہ وہ کیونکر اور کس طور سے اپنی تسلی کرنا چاہتے ہیں یا اگر اسکو ان فضائل میں کچھ کلام ہے یا سنسکرت وغیرہ کی بھی کچھ ذاتی خوبیاں بتلانا چاہتا ہے تو بیشک پیش کرے ہم غور سے اسکی باتوں کو سنینگے مگر چونکہ اکثر مزاج اس قسم کے بھی ہر ایک قوم میں پائے جاتے ہیں کہ یہ خدشہ انکے دل میں باقی رہجاتا ہے کہ شاید سنسکرت وغیرہ میں کوئی ایسے چھپے ہوئے کمالات ہوں جو انہیں لوگوں کو معلوم ہوں جو ان زبانوں کی کتابوں کو پڑھتے پڑھاتے ہیں اسلئے ہمنے اشتہار کے ساتھ پانچہزار روپیہ کا انعامی اشتہار شائع کردیا ہے اور یہ پانچہزار روپیہ صرف کہنے کی بات نہیں بلکہ کسی آریہ صاحب یا کسی صاحب کے درخواست کے آنے پر پہلے ہی ایسی جگہ جمع کرادیا جائیگا جسمیں وہ آریہ صاحب یا اور صاحب بخوبی مطمئن ہو اور سمجھ لیں کہ فتح یابی کی حالت میں بغیر حرج کے وہ روپیہ انکو وصول ہوجائیگا مگر یاد رہے کہ روپیہ جمع کرانیکی درخواست اس وقت آنی چاہئے جبکہ تحقیق السنہ کی کتاب چھپ کر شائع ہوجائے اور جمع کرانیوالے کو اس امر کے بارے میں ایک تحریری اقرار دینا ہوگا کہ اگر وہ پانچہزار روپیہ جمع کرانیکے بعد مقابلہ سے گریز کرجائے یا اپنی لاف وگزاف کو انجام تک پہنچا نہ سکے تو وہ تمام حرجہ ادا کرے جو ایک تجارتی روپیہ کے لئے کسی مدت تک بند رہنے کی حالت میں ضرور الوقوع ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

عبدالحق غزنوی کے مباہلہ کا نتیجہ

عبدالحق غزنوی نے اپنے بیہودہ اشتہار میں مباہلہ میں فتحیاب ہونیکا بہت سوچ فکر کے بعد یہ حیلہ نکالا تھا کہ بھائی کے مرنے سے اسکی بیوی میرے قبضہ میں آگئی اور یہ بھی اشارہ کیا تھا کہ آیندہ لڑکا پیدا ہونیکی امید ہے اسکے جواب میں ہمنے اپنے رسالہ انوار الاسلام میں لکھدیا تھا کہ بھائی کا مرنا اور اسکی ضعیفہ بیوہ کو نکاح میں لانا کوئی مرادیابی کی بات نہیں بلکہ اسکا ذکر کرنا ہی جائے شرم ہے وہ ضعیفہ جو اپنی جوانی کا اکثر حصہ کہا چکی تھی اسکو نکاح میں لاکر تو ناحق عبدالحق نے روٹی کا خرچ اپنے گلے ڈالا اب معلوم ہوا ہوگا کہ ایسے بیہودہ نکاح سے دکھہ خریدا یا خوشی ہوئی باقی رہا لڑکا پیدا ہونا اس کا عبدالحق نے ابتک کوئی اشتہار نہیں دیا شاید وہ پیٹ کے اندر ہی اندر گم ہوگیا یا بموجب آیت قرآنی لڑکی پیدا ہوئی اور منہہ کالا ہوگیا لیکن ہمیں خدا تعالیٰ نے عبدالحق کی یاوہ گوئی کے جواب میں بشارت دی تھی کہ تجھے ایک **لڑکا** دیا جائیگا جیسا کہ ہم اسی رسالہ انوار الاسلام میں اس بشارت کو شائع بھی کرچکے ہیں سو الحمد للہ والمنۃ کہ اس الہام کی مطابق ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ میں مطابق ۲۴ مئی ۱۸۹۵ء میرے گہر میں لڑکا پیدا ہوا جسکا نام **شریف احمد** رکھا گیا۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

راقم خاکسار **غلام احمد** عفی عنہ

بسم الله الرحمن الرحیم

حمد و شکر آن خدای کردگار — کز وجودش هر وجودی آشکار
این جهان آئینه دار روی او — ذره ذره ره نماید سوی او
کرد در آئینهٔ ارض و سما — آن رخ بیمثل خود جلوه نما
هر گیاهی عارف بنگاه او — دست هر شاخی نماید راه او
نور مهر و مه ز فیض نور اوست — هر ظهوری تابع منشور اوست
هر سری بر سری ز خلوتگاه او — هر قدم جوید در باجاه او
مطلب هر دل جمال روی اوست — گمرهی گر هست هر کوی اوست
مهر و ماه و انجم و خاک آفرید — صد هزاران گرد صنعت ها پدید
این همه صنعش کتاب کار اوست — بی نهایت اندرین اسرار اوست
این کتابی پیش چشم ما نهاد — تا ازو راه هدی دایم یاد
تا شناسی آن خدای پاک را — کو نماند خاکیان و خاک را
تا شود معیار بهر وحی دوست — تا شناسی از هزاران انچه زدست

تا خیانت را نماند هیچ راه — تا جدا گردد سفیدی از سیاه
بس همان شد آنچه آن دادار خواست — کار دستش شاهد گفتار ماست
مشرکان و آنچه پوزش میکنند — این گواهان تیر دوزش میکنند
گر بگوئی غیر را همچون خدا — تف زنند بر روے تو ارض و سما
در تراشی بهر آن یکتا پسر — بر تو بارد لعنتِ زیر و زبر
با زبانِ حال گوید این جهان — کان خدا فردست و قیوم یگان
نے پدر دارد نه فرزند و نه زن — نے مبدّل شد ز ایّام کهن
یکدمے گر رشح فیضش کم شود — این همه خلق و جهان برهم شود
یک نظر قانونِ قدرت را ببین — تا شناسی شانِ ربّ العالمین
کاخ دنیا را چه دید استی بنا — گر پئے آن میگذاری صدق را
عابد آن باشد که پیشش فانی است — عارف آن کو گویدش لا ثانی است
ترک کن تا راستی هم غدر خام — میل سوے راستی چون شد حرام
راهِ بد را نیک اندیشیدهٔ — اے هداک الله چه بد فهمیدهٔ
روے خود - خود مے نماید آن یگان — تو کشی تصویر او چون کودکان
آن رخے کان فعل حق بنموده است — در حقیقت روے حق آن بوده است
و آنچه خود کردی ببتے داری براه — بت پرستی ها کنی شام و پگاه
اے دو چشمے بسته از انوارِ او — چون نه بینی روے او در کار او
این چنین در افتراها چون پری — یا مگر از ذات بیچون منکری
دل چرا بندی درین دنیاءِ دون — ناگهان خواهی شدن زین جا برون
از پئے دنیا بریدن از خدا — بس همین باشد نشان اشقیا
چون شود بخشایش حق بر کسے — دل نمے ماند بدنیا اش بسے

لیک ترکِ نفس کے آسان بود — مردن و از خود شدن یکسان بود
آن خدا خود را نمود از کارِ خویش — گرد قائم شاهدِ گفتارِ خویش
هرچه او را بُود از حُسن مزید — حُلیه آن پیش چشمِ ما کشید
تو کشی از پیش خود تصویرِ اُو — خالقِ اُو میشوی اے تیره خو
آنکه خود از کارِ خود جلوه نماست — آن خدا نے آنکه خود از دستِ ماست
اے ستمگر این همه مولای ماست — آنکه قرآن مادحِ او جابجاست
هرچه قرآن گفت میگوید سما — چشم بکشا تا به بینی این ضیا
بس همین فخرے بُود اسلام را — کو نماید آن خدای تام را
گوشِ زانسان که از صنعش عیان — نے تراشد از خودش چون دیگران
غیرِ مسلم خود تراشد پیکرش — خود تراشد قامت و پا و سرش
خود تراشیده نمیگردد خُدا — همچو طفلان بازی است و افترا
زین تراشیدن جهانے شد تباه — کم کسی سوے خدا بردست راه
چون تو کور نیستی چشمے کُشا — بین چه ظاهر میکند ارض و سما
هر طرف بشنو صدای القدیر — ذو الجلال و ذو العلیٰ نورے منیر
هیچ مخلوقے خدا سے خود مگیر — کے شود یک کِرمکے چون آن قدیر
پیشِ او لرزد زمین و آسمان — پس تو مشتِ خاک را شانش مدان
گر خدا گوئی ضعیفے را بزور — جان تو گوید که کذّابی و کور
دل نے داند خدا جُز آن خدا — این چنین افتاد فطرت ز ابتدا
از رہِ کین و تعصب دور شو — یک نظر از صدق کن پُر نور شو
کین ریاضِ عقل را ویران کند — عاقلان را گمره و نادان کند
کے بشر گردد خدائے لایزال — داوری ها کم کن اے صیدِ ضلال

آب شور اندر کفت هست ای عزیز — نازها کم کن اگر داری تمیز
تو هلاکی گر نجوئی آن خدا — آنکه بنماید ترا ارض و سما
هم بقرآن بین جمالِ آن قدیر — قول و فعلِ حق زلالِ یک غدیر
مردم اندر حسرتِ این مدّعا — چون نمی خواهند خلق این چشمه را
هست قرآن در رهِ دین ره نما — در همه حاجاتِ دین حاجت روا
آن گروهِ حق که از خود فانی اند — آب نوش از چشمهٔ فرقانی اند
فارغ افتاده ز نام و عزّ و جاه — دل ز کف واز فرق افتاده کلاه
دور تر از خود بسیار آمیخته — آبرو از بهر روی ریخته
از برون چون اجنبی دل پُر ز یار — کس نداند رازِ شان جز کردگار
دیدنِ شان میدهد یاد از خدا — صدق ورزان در جنابِ کبریا
آن همه ابو فرقان ره بری — هر یکی زان دُر شده همچون دری
آن همه زان دلبری جان یافتند — جان چه باشد روی جانان یافتند
چشم شان شد پاک از شرک و فساد — شد دل شان منزلِ ربّ العباد
سیّد شان آنکه نامش مصطفی است — رهبرِ هر زمرهٔ صدق و صفا است
می درخشد روی حق در روی او — بوی حق آید ز بام و کوی او
هر کمالِ رهبری بر وی تمام — پاک روی و پاک رویان را امام
ای خدا ای چارهٔ آزار ما — کن شفاعتهای او در کار ما
هر که مهرش در دل و جانش فتد — ناگهان جانی در ایمانش فتد
کی ز تاریکی بر آید آن غراب — کو رمد زین مشرقِ صدق و صواب
آنکه او را ظلمتی گیرد براه — نیستش چون روی احمد مهر و ماه
تابعش بحرِ معانی میشود — از زمینی آسمانی می شود

هر که در راه محمد زد قدم ‌‌ انبیا را شد طفیل آن محترم

تو عجب داری ز فوز این مقام ‌‌ پای بند نفس گشته صبح و شام

ای که فخر و ناز بر عیسی ترا ست ‌‌ بندهٔ عاجز بچشم تو خدا ست

شد فراموشت خداوندی ودود ‌‌ پیش عیسی اوفتادی در سجود

من ندانم این چه عقل ست و ذکا ‌‌ بندهٔ را ساختن ربّ السما

فانیان را نسبتی با او کجا ‌‌ از صفات او کمال ست و بقا

چاره ساز بندگان قادر خدا ‌‌ آنکه ناید تا ابد بر وی فنا

حافظ و ستّار و جوّاد و کریم ‌‌ بیکسان را یار و رحمان و رحیم

تو چه دانی آن خدای پاک را ‌‌ آن جلال او تو وادی خاک را

هان دمی هر دم ز کفّاره زنی ‌‌ پس نه مرد ستی که کمتر از زنی

نسخهٔ سهل ست گر یابد سزا ‌‌ زید و گردد بکر زان فعلش رها

لیک زین نسخه نمی یابی نشان ‌‌ در ورق های زمین و آسمان

تا خدا بنیاد این عالم نهاد ‌‌ ظالمی هم ننگ دارد زین فساد

چون ندارد فاسقی آن را پسند ‌‌ چون پسندد حضرت پاک و بلند

ما گنه گاریم نالان نیز هم ‌‌ او غیوری هست رحمان نیز هم

زهر و تریاک ست در ما مستتر ‌‌ آن کشد این می دهد جان دگر

زهر را دیدی نه دیدی چاره اش ‌‌ آنکه بوده از ازل کفّاره اش

چون دو چشمت داده اند ای بیخبر ‌‌ پس چرا پوشی یکی وقت نظر

یک نظر بین سوی این دنیای دون ‌‌ چون بگردی از پی آن سر نگون

آنچه داری از متاع و منزلت ‌‌ بی مشقت ناگشته حاصلت

بایدت تا مدتی جهدی دراز ‌‌ تا خوری از کشت خود نانی فراز

چون ہمین قانونِ قدرت اوفتاد | پس ہمین یاد آر در کشتِ معاد
خوب گفت آن قادرِ رب الورےٰ | لیس للانسان الا ما سعےٰ
ہم درین معنی ست گر تو بشنوی | یادگار مولوی در مثنوی
گندم از گندم بروید جو ز جو | از مکافاتِ عمل غافل مشو
آنکہ بر کفّارہا خاطر نہاد | عقل و دین از دستِ خود یکسر بداد
دین و دنیا جہد خواہد ہم تلاش | رو براہش جہد کن نادان مباش

امّابعد واضح ہو کہ اس رسالہ کی تحریر کا یہہ باعث ہے کہ ہمنے پہلے اس سے چار قطعہ اشتہار **آتھم صاحب** کے بارے مین شایع کئے تھے جنمین پادری صاحبان کو بخوبی سمجھایا گیا تھا کہ درحقیقت وہ پیش گوئی پوری ہو چکی ہے جو ہمنے مسٹر عبداللہ آتھم کے بارے مین کی تھی لیکن افسوس کہ پادری صاحبوں نے ہمارے اُن اشتہارات کو توجہ سے نہین پڑھا - اور ابتک بدگوی اور بے اعتدالی اور سب وشتم سے باز نہین آتے - اور اس بیہودہ بات پر بار بار زور دیتے ہین کہ پیشگوی پوری نہین ہوئی - لیکن ہمنے جو ہمارے ذمہ فرض تھا ادا کر دیا یعنی یہہ کہ اگر آتھم صاحب نے رجوع بحق نہیں کیا جو پیشگوئی کی ضروری اور قطعی شرط تھی تو وہ جلسہ عام مین قسم کھاکر چار ہزار روپیہ بطور تاوان کے ہم سے لیلین - مگر آتھم صاحب نے قسم کھانے سے انکار کیا - اور ہم چار ہزار کے اشتہار مین ثابت کر چکے ہین کہ یہہ عذر اُنکا کہ قسم اُن کے مذہب مین منع ہے سراسر دروغ بے فروغ ہے - اور اُن کے بزرگ ہمیشہ قسم کھاتے رہے ہیں - مگر آتھم صاحب نے اِن ثبوتوں کا کچھہ جواب ندیا - ہان ڈاکٹر مارٹن کلارک نے امرتسر سے ایک گندہ اشتہار جو اُنکی بدبودار فطرت کا ایک نمونہ تھا جاری کیا - جس کا خلاصہ مطلب یہی تھا کہ ہمارے مذہب مین قسم کھانا ایسا ہی منع ہے جیسا

کہ مسلمانون مین سور کا گوشت کھانا - مگر افسوس کہ انکو یہہ خیال نہ آیا کہ اگر قسم کا کھانا سور کے گوشت کی برابر ہے تو یہہ سور قسم کھانے کا **پولوس** صاحب اپنی تمام زندگی مین کھاتے رہے **پطرس** نے بھی کھایا تو پھر **آتھم** صاحب پر کیون حرام ہوگیا - اِس بات کو کون نہین جانتا کہ قسم کھانا عیسائیون مین صرف جائز ہی نہیں بلکہ بعض موقعون مین واجبات سے ہے - انگریزی عدالتین جو کسی شخص کو خلاف مذہب مجبور نہین کرتین اُنہون نے بھی عیسائی مذہب کو قسم کھانے سے باہر نہین رکھا اور خود آتھم صاحب کا عدالتون مین قسم کھانا ثابت ہے اسیلئے چاہیئے تھا کہ حضرات پادری صاحبان یا تو آتھم صاحب کو قسم کھانے پر مجبور کرتے یا اُن سے نالش کرواتے تا اُسی کی ضمن مین اُنکو قسم کھانی پڑتی اور یا عام اشتہار دیتے کہ درحقیقت آتھم صاحب ہی دروغ گو ہین - لیکن اُنہون نے بجاے اسکے سراسر ہٹ دھرمی سے گالیان دینی شروع کردین اور یہہ نابکار عذر پیش کیا کہ آتھم کھلے کھلے کب اسلام لایا - مگر ایک سلیم طبع انسان سمجھہ سکتا ہی کہ وہ شرط جو پیشگوئی مین درج ہے اُس شرط کے یہہ لفظ نہیں ہیں - کہ اگر آتھم کھلے کھلے طور پر اسلام لاوے تو وہ موت سے بچیگا ورنہ نہین بلکہ پیشگوئی مین صرف رجوع کی شرط ہے اور رجوع کا لفظ پوشیدہ طور پر حق کے قبول کرنے پر بھی دلالت کرتا ہے پس اس صورت میں کھلے کھلے اسلام کا مطالبہ سراسر حماقت ہے -

سوچنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کا اپنے الہام مین ان الفاظ کا ترک کرنا کہ آتھم کھلے کھلے طور پر اسلام لے آویگا اور اسکے مقابل پر رجوع کا لفظ استعمال کرنا جو ایک ادنیٰ حالت التفات الی الحق پر بھی صادق آسکتا ہے - صاف یہہ پیرایہ یہان دلالت کر رہا تھا کہ کھلا کھلا اسلام لانا ضروری منشاء پیشگوئی کا نہیں* - اگر یہی ضروری ہوتا تو اصل الفاظ جن سے یہہ مطلب بوضاحت ادا ہوتا ہے کیون چھوڑ دیئے جاتے - یہہ ایک ایسی بات ہے جو ہر ایک منصف کے لئے غور کرنے کی جگہہ ہے - اور مین یقین نہین کرتا کہ

* **نوٹ** خداے علیم وحکیم کا پیشگوئی کی شرط مین کھلے کھلے اسلام کا ذکر نہ کرنا خود اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ پوشیدہ طور پر رجوع بھی کافی ہے منہ

کوئی پاک دل آدمی ایک لحظہ بھی اُسپر غور کرکے پھر شکوک وشبہات کی مشکلات مین پڑے - مخالفون کا سارا سیاپا تو اس بات پر ہے کہ آتھم نے اپنی زبان سے عام لوگون مین اقرار اسلام کیون نہ کیا - مگر سوال یہہ ہے کہ کیا ایسے کھلے کھلے اسلام لانے کی پیشگوئی مین شرط بھی کیا اُس تحریر مین جسپر فریقین کے دستخط بروز مباحثہ ہوگئے تھے یہہ درج تھا کہ عذاب نہ وارد ہونے کی یہہ شرط ہے کہ آتھم کھلے کھلے طور سے مشرف باسلام ہوجاوے - بلکہ کھلے کھلے تو کیا اُس تحریر مین تو اسلام کا بھی کچھ ذکر نہیں تھا صرف رجوع الی الحق کی شرط ہے اور ظاہر ہے کہ رجوع کا لفظ جیسا کہ کبھی کھلے کھلے اسلام لانے پر بولا جاسکتا ہے ایسا ہی کبھی دل مین تسلیم کرنے پر بھی اطلاق پاتا ہے - اِس سے تو یہی ثابت ہوا کہ آتھم کے کھلے کھلے اسلام لانے پر کوئی قطعی شرط نہ تھی غایت کار یہہ کہ دو احتمالون مین سے یہہ بھی ایک احتمال تھا پھر اسی پر زور دینا کیا ایمانداری کا کام تھا - جبکہ ایک احتمال کی رو سے خود آتھم نے اپنی کنارہ کشی اور خوف زدہ حالت دکھلا کر پیشگوئی کی صداقت ظاہر کردی تو کیا یہہ ایک بد ذاتی نہیں جو اُس نتیجہ کو چھپایا جاوے جو اُسکی خود اپنی کنارہ کشی سے اور پرخوف حالت سے پیش گوئی کی نسبت قائم ہوگیا - ہمنے کب اور کس وقت آتھم کے کھلے کھلے اسلام لانیکی شرط درج کی تھی - پھر جنہون نے کھلا کھلا اسلام لانا ضروری سمجھا کیا اُنہون نے سراسر بد دیانتی سے حق پوشی نہیں کی - کیا اُنہون نے ہمارے الفاظ کو نظر انداز کرکے مجرمانہ خیانت کا ارتکاب نہیں کیا کیا یہہ سچ نہین ہے کہ یہہ کہنا کہ بشرطیکہ کھلا کھلا لوگون کے روبرو اسلام لے آوے اور یہہ کہنا کہ حق کیطرف رجوع کرے یہہ دونون فقرے ایک ہی وزن کی کیفیت نہین رکھتے اور یہہ کہنا کہ زید جو ایک نصرانی ہے اُسنے رجوع بحق کیا ہے ہرگز اپنی دلالت مین اس دوسرے قول کے مساوی نہیں کہ زید کھلے کھلے طور پر مشرف باسلام ہوگیا - بلکہ رجوع بحق ہونے کی خبر مین اس بات کا احتمال باقی ہے کہ بعض قراین قویہ سے اسلام لانیکا نتیجہ نکالا گیا

اور ہنوز کھلے کھلے طور پر زید مشرف باسلام نہوا ہو اسی وجہ سے ایسی خبر کا سُننے والا بارہا سوال بھی کرتا ہے کہ کیا وہ کھلے کھلے طور پر مشرف باسلام ہوا یا ہنوز مخفی ہے اور بارہا یہہ جواب پاتا ہے کہ نہیں کھلے طور پر نہیں بلکہ بعض قراین سے اُس کا رجوع معلوم ہوا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ رجوع کا لفظ کھلے کھلے اسلام لانے پر قطعی الدلالت نہیں۔ بلکہ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں دونوں احتمالوں پر مشتمل ہے۔ اور ایک شق مین اسکو محصور کرنا ایسی بے ایمانی ہے جسکو بجز ایک خبیث النفس کے اور کوئی شریف الطبع استعمال نہیں کر سکتا۔ ہان ایسے موقعہ پر مخالف یہہ حق رکھتا ہے کہ قراین قویہ کا مطالبہ کرے جن کی وجہ سے کہہ سکتے ہوں کہ فرور اُسنے دربردہ رجوع بحق کیا گو زبان سے اُس کا قایل نہیں۔ پس اس جگہہ یہہ سوال ضرور پیش ہو سکتا ہے کہ آتھم نے اپنے رجوع بحق ہونیکے کون سے قراین ظاہر کئے جن سے پیشگوئی کا پورا ہونا ثابت ہو تو اس کا یہہ جواب ہے کہ آتھم کا باوجود سخت اصرار عیسائیوں کے نالش نکرنا جسکی ضمن مین اُسکو ہمارے مطالبہ سے قسم کھانا بھی پڑتا۔ اوّل قرینہ اُس کے رجوع بحق ہونے کا ہے۔ اور پھر بعد اسکے اُس کا ڈرتے رہنے کا اپنی زبان سے رو رو کر اقرار کرنا یہہ دوسرا قرینہ ہے۔ اور پھر ایک خوفناک حالت بناکر اور سراسیمہ ہو کر شہر بشہر اُس کا بھاگتے پھرنا یہہ تیسرا قرینہ ہے۔ اور پھر یہہ کہنا کہ خونی فرشتوں نے تین مقام پر تین حملے میرے پر کئے یہہ چوتھا قرینہ ہے۔ اور پھر باوجود چار ہزار روپیہ پیش کرنیکے قسم نہ کھانا یہہ پانچواں قرینہ ہے۔ اور تفصیل انکی حسب ذیل ہے۔

(۱) **اوّل** یہہ کہ آتھم نے اپنی اُس خوف زدہ ہونیکی حالت سے جسکا اُسکو خود اقرار بھی ہے۔ جو نور افشان میں شایع ہو چکا ہے بڑی صفائی سے یہہ ثبوت دیدیا ہے کہ وہ ضرور اُن ایام میں پیشگوئی کی عظمت سے ڈرتا رہا یعنی اُسنے اپنی مضطربانہ حرکات اور افعال سے ثابت کر دیا کہ ایک سخت غم نے اُسکو گھیر لیا ہے اور ایک جانکاہ اندیشہ ہر وقت اور ہر دم اُسکے دامنگیر ہے جسکی ڈرانے والے تمثلات نے آخر اُسکو امرتسر سے نکالدیا۔

واضح ہو کہ یہہ انسان کی ایک فطری خاصیت ہے کہ جب کوئی سخت خوف اور گھبراہٹ اُسکے دل پر غلبہ کر جاوے اور غایت درجہ کی بیقراری اور بیتابی تک نوبت پہنچ جاوے تو اُس خوف کے ہولناک نظارے طرح طرح کے تمثلات مین اوسپر وارد ہونے شروع ہو جاتے

ہین اور آخر وہ ڈرانے والے نظارے مضطربانہ حرکات اور بھاگنے کیطرف مجبور کرتے ہیں اسیکی طرف توریت استثنا میں بھی اشارہ ہے کہ قوم اسرائیلی کو کہا گیا کہ جب تو نافرمانی کریگا اور خدا تعالی کے قوانین اور حدود کو چھوڑ دیگا تو تیری زندگی تیری نظر میں بے ٹھکانہ ہو جائیگی اور خدا تجھکو ایک ڈھرکا اور جیکی غمناکی دیگا اور تیرے پانوں کے تلوے کو قرار نہوگا۔ اور جابجا بھٹکتا پھریگا۔ چنانچہ بارہا ڈرانے والے تمثلات بنی اسرائیل کی نظر کے سامنے پیدا ہوئے۔ اور خوابون میں دکھائی دیئے۔ جن کے ڈر سے وہ اپنے جینے سے ناامید ہو گئے۔ اور مجنونانہ طور پر شہر بشہر بھاگتے پھرے۔

غرض یہہ ہمیشہ سے سنت اللہ ہے کہ شدت خوف کیوقت کچھ کچھ ڈرانے والی چیزیں نظر آجایا کرتی ہیں۔ اور جیسے جیسے بے آرامی اور خوف بڑھتا جاتا ہے وہ تمثلات شدت اور خوف کے ساتھ ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ اب یقیناً سمجھو کہ **آتھم** کو انذاری پیشگوئی سننے کے بعد یہی حالت پیش آئی۔

جلسہ مباحثہ کے باقراست حاضرین پر یہہ بات پوشیدہ نہیں۔ کہ پیشگوئی کے سننے کے ساتھ ہی آتھم کے چہرہ پر ایک خوفناک اثر پیدا ہو گیا تھا۔ اور اسکے حواس کی پریشانی اُسی وقت سے دکھائی دینے لگی تھی کہ جب وہ پیشگوئی اُسکو سنائی گئی۔ پھر وہ روز بروز بڑھتی گئی۔ اور آتھم کے دل و دماغ پر اثر کرتی گئی۔ اور جب کمال کو پہنچگئی۔ جیسا کہ نور افشان میں آتھم نے خود شایع کرا دیا تو ڈرانیوالی تمثلات کا نظارہ شروع ہو گیا۔ اور ابتدا اِس سے ہوئی کہ آتھم کو خونی سانپ نظر آنے لگے پھر تو غیر ممکن تھا کہ سانپوں والی زمین میں وہ بود و باش رکھتا۔ کیونکہ سانپ کی ہیبت بھی شیر کی ہیبت سے کچھ کم نہیں ہوتی۔ پس اُسنے ناچار ہو کر اُس زمین سے جہاں سانپ دکھائی دیا تھا جو اُسکی نگاہ میں خاص اُسی کے ڈسنے کے لئے آیا تھا کسی دور دراز شہر کی طرف کوچ کرنا قرین مصلحت سمجھا۔ یا یوں کہو کہ سانپ کی رویت کے بعد پیشگوئی کی تصویر ایک ایسی چمک کے ساتھ اُسکو نظر آئی کہ اُس چمک کے مقابل پر وہ ٹھہر نہ سکا۔ اور اندرونی گھبراہٹ نے بھاگنے پر مجبور کیا اور آتھم صاحب کا یہہ قول کہ وہ سانپ تعلیم یافتہ تھا اور اُن کے ڈسنے کو ہماری جماعت کے بعض لوگون نے چھوڑا تھا اُسکی بحث ہم جدا بیان کرینگے۔ بالفعل

یہہ بیان کرنا ضروری ہے کہ بموجب اقرار آتھم صاحب کے امرتسر چھوڑنیکا باعث وہ سانپ ہی تھا جسنے آتھم صاحب کو خوفناک صورت دکھاکر عین گرمی کے موسم میں انکو سفر کرنیکی تکلیف دی اور بڑی گھبراہٹ کے ساتھ بیوی بچوں سے انہیں علیحدہ کرکے لدھیانہ میں پہنچایا۔ مگر افسوس کہ وہ سانپ نہ مارا گیا - اور نہ اسکا کوئی چھوڑنے والا پکڑا گیا۔ کیونکہ وہ صرف نظر ہی آتا تھا اور کوئی جسمانی وجود نہ تھا - غرض کہ سانپ کی قہری تجلّی اور اسکو دیکھکر آتھم صاحب کا امرتسر کو چھوڑنا ایک ایسا امر ہے کہ ایک منصف حق جو کے سب عقدے اسی سے حلّ ہوجاتے ہیں۔ دنیا سب اندھی نہیں ہر ایک باتمیز سمجھہ سکتا ہے کہ یہہ الزام کہ گویا ہمنے آتھم صاحب کو ڈسنے کے لیئے ایک تعلیم یافتہ سانپ انکی کوٹھی میں چھوڑ دیا تھا عند العقل اصل حقیقت کیا رکھتا ہے - غرض یہہ پہلا الزام ہے - یا یوں کہو کہ یہہ وہ پہلا غیبی حملہ ہے جسکی معنی ہم میں اور عیسائیوں میں متنازعہ فیہ ہیں جسمیں ہمارے مخالف مولوی اور ان کے اوباش چیلے بھی عیسائیوں کے ساتھ ہیں۔

مگر آتھم صاحب نے اس تعلیم یافتہ سانپ کا اور نیز اس بات کا کہ وہ ہماری طرف سے چھوڑا گیا تھا ابتک کوئی ثبوت نہیں دیا۔ اور ہم ابھی معقولی طور پر بیان کرچکے ہیں کہ یہہ سانپ ہرگز باہر سے نہیں آیا - بلکہ آتھم صاحب کے ہی دل و دماغ سے نکلا تھا۔

چونکہ آتھم صاحب کے دل پر پیشگوئی کا نہایت قوی اثر ہوچکا تھا اور ہر وقت ایک شدت خوف اسکی نظر کے سامنے رہتا تھا اسلیئے ضرور تھا کہ کوئی خوفناک نظارہ بھی انکی آنکھوں کے سامنے پھر جاے۔ لہذا انکی دہشت زدہ متخیلہ کو خونی سانپ نظر آگیا جسکو عربی میں حیّہ کہتے ہیں۔ کیونکہ سانپ انسان کی نسل کا پہلا اور ابتدائی دشمن ہے اور بزبان حال کہتا ہے کہ حَیَّ عَلَی الْمَوْتِ یعنی موت کی طرف آجا اسلیئے اس کا نام حیّہ ہوا۔

پس چونکہ سانپ موت کا اوتار ہے اسلیئے آتھم صاحب کو پہلے ہی دکھائی دیا جس کا آتھم صاحب نے نور افشاں میں رو رو کر اقرار کیا ہے کہ ضرور میں موت سے ڈرتا رہا۔ پس ایسے ڈرنیوالے کو اگر سانپ نظر آگیا تو کوئی حقیقت شناس اس سے تعجب نہیں کریگا - اور ایسا نظارہ آتھم صاحب پر ہی کچھ حصر نہیں رکھتا بلکہ یہہ تو عام قانون قدرت ہے کہ شدت خوف کیوقت

ایسے اعجوبے ضرور دکھائی دیا کرتے ہیں بھلا یہہ تو سانپ ہے بعض لوگ کمال خوف کیوقت جب وہ اندھیری رات میں اکیلے چلتے ہیں بھوت کو بھی دیکھ لیتے ہیں - اور حقیقت یہہ ہوتی ہے کہ جب اندھیری رات اور تنہائی اور قبرستان کے بیابان میں دل پر خوف غالب ہوا اور پر دہشت تخیلات زبانہ آتش کیطرح اٹھنے لگے تو پھر کیا تھا فی الفور آنکھوں کے سامنے ایک **دیو** مہیب شکل کے ساتھ حاضر ہوگیا - اور شکل یہہ دکھائی دی کہ گویا ایک کالا بھوت دور سے دوڑا چلا آتا ہے جسکی شکل نہایت ہولناک اک پہاڑ کا پہاڑ کوتہ گردن سیاہ رنگ چوٹی اسمان پر پیر زمین پر موٹے موٹے ہونٹ زرد زرد دانت اور پھر بہت لمبے اور باہر نکلے ہوئے - چپٹی ناک دبا ہوا ماتھا سُرخ سُرخ آنکھیں باہر نکلی ہوئی سر پر لمبے دو سینگ موںہہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں - پس جبکہ ایسی حالتوں میں بھوت بھی نظر آجایا کرتے ہیں - پھر اگر آتھم صاحب نے سانپ دیکھہ لیا تو کیا غضب ہوا - ایسا سانپ دیکھنے سے کون انکار کریگا کلام تو اسمیں ہے کہ کوئی **تعلیم یافتہ سانپ** کسی انسان نے چھوڑا تھا - جو آتھم صاحب کی شکل وشباہت سے خوب واقف تھا افسوس کہ آتھم صاحب نے اسکا کوئی ثبوت نہیں دیا - کاش وہ **قسم** ہی کھا لیتے تا وہ اسیطرح اپنے تئیں اس الزام سے بری کرتے جو ان بناوٹ کی باتوں سے اُنپر عائد ہوگیا ہے - مگر خیر ہم اب بھی اُن کے بکلی مکذب نہیں - ہمارا تو ایمان ہے کہ ضرور اُن کو سانپ نظر آیا تھا - مگر یہہ سانپ انہیں کے تخیلات کا نتیجہ تھا - اور اس بات پر قطعی دلیل تھا کہ پیشگوئی کی پوری عظمت اُن کے دل پر طاری ہوگئی تھی -

یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح **یونس** کی قوم کو ملائک عذاب کے تمثلات میں دکھائی دیئے تھے - اُسیطرح انکو بھی سانپ وغیرہ تمثلات دکھائی دیئے مگر ساتھ ہی ضروری طور پر اسبات کو ماننا پڑتا ہے کہ جس شخص کا خوف ایک مذہبی پیشگوئی سے اس حد تک پہنچ جائے کہ اسکو سانپ وغیرہ ہولناک چیزیں نظر آویں یہانتک کہ وہ ہراساں اور ترساں اور پریشان اور بیتاب اور دیوانہ سا ہوکر شہر بشہر بھاگتا پھرے - اور سراسیموں اور خوف زدوں کی طرح جابجا بھٹکتا پھرے - ایسا شخص بلاشبہ یقینی یا ظنی طور پر اُس مذہب کا مصدق ہوگیا ہے جسکی تائید میں وہ پیشگوئی کیگئی تھی - اور یہی معنی رجوع الی الحق کے ہیں - اور یہی وہ حالت ہے جسکو بالضرور رجوع کے مراتب میں سے

کسی مرتبہ پر محمول کرنا چاہیئے اور میں جانتا ہوں کہ آتھم صاحب کا اِس پیشگوئی سے جو دین اسلام کی سچائی کے لیئے کیگئی تھی جسکے ساتھ **رجوع بحق کی شرط** بھی تھی اسقدر ڈرنا کہ سانپ نظر آنا اور تیروں اور تلواروں والے دکھائی دینا یہہ ایسے واقعات ہیں جو ہر ایک دانشمند جوان کو نظر یکجائی سے دیکھے گا وہ بلا تامل اس نتیجہ تک پہنچ جائیگا کہ بلاشبہ یہہ سب باتیں پیشگوئی کے پُرزور نظارے ہیں ۔ اور جب تک کسی کے دل پر ایسا خوف مستولی نہ ہو جو کمال درجہ تک پہنچ جاوے تب تک ایسے نظاروں کی ہرگز نوبت نہیں آتی جو شخص مکذب اسلام ہو ۔ اور حضرت عیسےٰ کے دُور تک ہی الہام پر مُہر لگا چکا ہو کیا وہ اسلامی پیشگوئی سے اسقدر ڈر سکتا ہے بجُز اُس صورت کے کہ اپنے مذہب کی نسبت شک میں پڑ گیا ہو ۔ اور عظمت اسلامی کی طرف جھک گیا ہو ۔

اگر باوجود ان قرائن کے پھر بھی آتھم صاحب کو اُنکی حق پوشی پر نہ پکڑا جاوے اور بہت ہی نرمی کیجاوے تاہم یہہ مطالبہ انصافاً اُن کے ذمہ باقی رہتا ہے ۔ کہ جبکہ وہ اپنے خوف کے وجوہات کو یعنی تین حملوں کو اِس پہلو پر ثابت نہیں کر سکے جس سے وہ تمام حملے انسانی حملے سمجھے جاتے تو اَب اس سوال سے بچنے کے لیئے کہ کیوں یہ نہ سمجھا جائے کہ یہہ بعید از قیاس مشاہدات اُن کے جنمیں سے سب سے پہلے سانپ کے حملہ کا مشاہدہ ہے اُنہیں کے پُرخوف تخیلات کا نتیجہ اور اُنہیں کے خوف زدہ دماغ سے متمثل ہو گئے ہیں کم سے کم یہہ ضروری تھا ۔ کہ وہ اس قریب العقل الزام سے اپنی بریت ظاہر کرنیکے لیئے **قسم** کھا جاتے ۔

یعنی جلسہ عام میں قسماً یہہ بیان کر دیتے کہ وہ **الہام کو منجانب اللہ الہام** سمجھکر نہیں ڈرے اور نہ حقیّت اسلام کی اُن کے دلمیں سمائی بلکہ واقعی طور پر **تعلیم یافتہ سانپ** سے لیکر اخیر تک تین متواتر حملے ہماری جماعت کیطرف سے اُن پر ہوئے ۔ جنسے وہ ڈرتے رہے ۔ کیونکہ اِس مقدمہ کی صورت ایسی ہے کہ صرف ہمارا ہی الہام اُنکو ملزم نہیں کرتا بلکہ ساتھ اُس کے اُنکو اُنہیں کا قول و فعل بھی ملزم کر رہا ہے ۔

اور یہہ یاد رہے کہ یہہ وہی آتھم صاحب ہیں جنہوں نے بحث سے پہلے ایک اپنی

دستخطی نوشت ہمکو دیدی تھی - کہ کوئی نشان دیکھنے پر ضرور میں اپنے مذہب کی اصلاح کر لونگا جس سے ہم نتیجہ نکالتے ہیں کہ وہ کسیقدر اصلاح کی اپنے اندر جرأت بھی رکھتے تھے سو خوفناک نظارے جو اُن کے لیئے نشان کے حکم میں تھے اِس پوشیدہ رجوع کے محرّک ہو گئے۔

(۲) پھر دوسرا قرینہ یہہ ہے کہ جب آتھم صاحب امرتسر سے تعلیم یافتہ سانپ کے حملہ سے ڈرکر بھاگے اور لدہیانہ میں اپنے داماد کے پاس پناہ گزین ہوئے تو اُسجگہہ بھی شدید خوف کے دورہ کیوقت وہی تمثلی نظارہ آتھم صاحب کی آنکھوں کے آگے پھر گیا جو غلبہ خوف کے وقت پھر اکرتا ہے - مگر ایکدفعہ اُنکو سانپ دکھائی نہیں دیا بلکہ اِس سے بھی بڑہکر ایک خوفناک حالت پیدا ہوئی یعنی یہہ کہ بعض مسلح آدمی نیزوں کے ساتھ اُنکو دکھائی دیئے کہ گویا وہ اُن کے احاطہ کوٹھی کے اندر اگر بس قریب ہی آ پہنچے ہیں اور قتل کرنے کے لیئے مستعد ہیں - ہمیں معتمد ذرایع سے معلوم ہوا ہے کہ اس حملہ کے بعد آتھم صاحب اپنی کوٹھی میں بہت روتے رہے - اور کبھی یہہ بیان نہیں کیا کہ کسی انسان نے حملہ کیا - بلکہ ہر وقت ایک پوشیدہ ہاتھ کا خوف اُن کے چہرہ پر نمایاں تھا اور وہ خوف اور بے آرامی بڑھتی گئی اور دل کی غمناکی - اور دہڑکا زیادہ ہوتا گیا - یہانتک کہ قہر زدہ یہودیوں کیطرح پانوں کے تلوہ نے پھر بیقراری ظاہر کی - اور وہ کوٹھی بھی کچھ ڈراونی سی معلوم ہوئی - اور سچ بھی تھا کہ جس کوٹھی کے احاطہ میں ایسے مسلح پیادے یا سوار گھس آئے کہ باوجود سخت انتظام اور اہتمام پولیس کے لوگوں کے جو حفاظت کے لیئے دن رات وہیں جمے رہتے تھے پکڑے نہ گئے اور نہ اُن کا حلیہ دریافت ہو سکا - اور نہ پتہ لگا کہ کس راہ سے آئے اور کس راہ سے چلے گئے اُس خوفناک کوٹھی میں آتھم صاحب کیونکر رہ سکتے تھے۔

انسان فطرتاً یہہ عادت رکھتا ہے کہ جسجگہہ سے ایکمرتبہ اُسکو خوف آوے تو پھر اُسی جگہہ رات رہنا پسند نہیں کرتا غرض انہیں وجوہ سے آتھم صاحب کو لدھیانہ بھی چھوڑنا پڑا

لیکن اب بحث یہہ ہے کہ کیا حقیقت میں کوئی جماعت نیزوں یا تلواروں والی بمقام لدھیانہ آتھم صاحب کی کوٹھی میں گھس آئی تھی -؟

اِس بحث کو ہم صرف اِن دو کلموں سے طے کر سکتے ہیں کہ اگر بمقام امرتسر

آتھم صاحب پر فی الحقیقت کسی تعلیم یافتہ سانپ نے حملہ کیا تھا تو پھر اسجگہہ بھی نیزوں تلواروں والے آتھم صاحب پر ضرور آپڑے ہوں گے - اور اگر آتھم صاحب اُس پہلے حملے کے بیان کرنے میں صادق ہیں تو اس دوسرے حملہ میں بھی صادق ہونگے -

لیکن افسوس تو یہہ ہے کہ جیسے آتھم صاحب بمقام امرتسر سانپ پکڑنے سے ناکام رہے اور اُسکو مار بھی نہ سکے یہی ناکامی آتھم صاحب کو اسجگہہ بھی نصیب ہوئی - باوجودیکہ پولیس کا انتظام اور داماد کی احتیاطیں امرتسر سے زیادہ تھیں -

اور یہہ افسوس اور بھی زیادہ ہوتا ہے جب ہم یہہ خیال کرتے ہیں کہ آتھم صاحب جیسا ایک تجربہ کار سرکاری ملازم پنشنر جو مدت دراز تک اکسٹرا اسسٹنٹی کا کام کرتا رہا کیا وہ اس فوجداری قانون سے ناواقف تھا - کہ جب اِس اقدام قتل تک نوبت پہنچی تھی تو وہ بذریعہ عدالت باضابطہ ہمارا مچلکہ تحریر کروا کر امن سے لدھیانہ میں لیٹا رہتا -

یہہ بات کچھ تھوڑی نہیں تھی کہ بقول اُنکی جو بعد میں بنائی گئی ہے کہ اقدام قتل کے لیئے انپر حملہ ہوا - مگر ان سے تو اتنا بھی نہ ہوسکا - کہ اس ظالمانہ واقعہ کو چند اخباروں میں ہی درج کروا دیتے - بلکہ بقول شخصے کہ " مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد " اِن باتوں کو اُسوقت ظاہر کیا کہ وہ وقت ہی گذر گیا - اور پندرہ ۱۵ مہینے کی میعاد منقضی ہوگئی - پھر بھی یاروں دوستوں نے بہت زور مارا کہ آتھم صاحب اَب بھی نالش کردیں - مگر چونکہ وہ اپنے دل میں جانتے تھے کہ یہہ سب آسمانی اُمور ہیں اور سمجھتے تھے کہ نالش کرنا تو آپ اپنے ہاتھہ سے ہلاکت کا سامان جمع کرنا ہے - اور خود اسقدر شوخی بھی خطرناک ہے کہ اپنے خوف اور رجوع کو اور پہلو میں لاکر چھپا دیا اور خدا تعالیٰ کے احسان کو یاد نہ رکھا !!! اسلیئے اُنہوں نے باوجود ڈاکٹر کلارک کے بہت سے سیاپے کے نالش نہ کی - اور یہہ بھی اُنہیں معلوم تھا کہ نالش کی تقریب پر قسم بھی دیجائیگی - پس اسی خرخشہ سے جو اُنکی جان پر وبال لاتا تھا کنارہ کیا -

مگر تاہم یہہ کنارہ کشی بے سود ہے - کیونکہ خدا تعالیٰ مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑتا - نادان پادریوں کی تمام یاوہ گوئی آتھم کی گردن پر ہے -

اگرچہ آتھم نے نالش اور قسم سے پہلو تہی کرکے اپنے اِس طریق سے صاف بتلا دیا کہ ضرور رجوع بحق کیا - اور تینوں حملوں کی طرز وقوع سے بھی بتلا دیا کہ وہ حملے انسانی حملے نہیں تھے مگر پھر بھی **آتھم اِس جرم سے بری نہیں ہے کہ اُسنے حق کو علانیہ طور پر زبان سے ظاہر نہیں کیا !!!** صرف اُسکے افعال پر غور کرنیسے عقلمندوں پر حقیقت ظاہر ہوگئی -

(۳) **تیسرا قرینہ** یہہ ہے کہ جب آتھم صاحب لودیانہ میں بھی آسمانی سلاح پوشوں کا مشاہدہ کرچکے تو اُن کا دل وہاں رہنے سے بھی ٹوٹ گیا - اور حق کے رعب نے اُنکو دیوانہ سا بنا دیا - تب وہ اپنے دوسرے داماد کیطرف دوڑے جو فیروزپور میں تھا - شائد اِس سے یہہ غرض ہوگی - کہ وہ اپنے اِن عزیزوں کی آخری ملاقاتیں سمجھتے ہونگے کہ شاید پوشیدہ رجوع معتبر نہ ہو اور دل میں ٹھان لیا ہوگا کہ اگر میں باوجود اندرونی توبہ اور رجوع کے پھر بھی بچ نہ سکوں تو بارے اپنی لڑکیوں اور عزیزوں کو تو مل لوں - بہر حال وہ اُفتاں خیزاں **فیروزپور** پہنچے اور پیشگوئی کی عظمت نے اُن کی وہ حالت بنا رکھی تھی جس سے ہراس اور ترس اور پریشانی ہر وقت مترشح ہورہی تھی - اور حق سے خائف ہونیکی حالت میں جو جو وحشتیں اور قلق اُس شخص پر وارد ہوتا ہے جو یقین رکھتا ہے یا ظن رکھتا ہے کہ شائد عذاب الہی نازل ہو جاوے یہہ سب علامتیں اُنمیں پائی جاتی تھیں -

چنانچہ جب خوف اسجگہہ بھی اپنی نہایت کو پہنچا تو **دَوری مرض** کیطرح وہی نظارہ پھر نظر آیا جو لدہیانہ میں نظر آیا تھا - مگر ایکی دفعہ وہ کرشمہ قُدرت نہایت ہی جلالی تھا جسنے آتھم صاحب کے دلپر بہت ہی کام کیا -

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ پھر میں نے **فیروزپور** میں دیکھا کہ بعض آدمی تلواروں یا نیزوں کے ساتھ آپڑے -

غرض معتبر وسائل سے معلوم ہوا ہے کہ ایکی دفعہ اُنپر خطرناک خوف طاری ہوا اور خواب میں بھی ڈرتے رہے - اور اِس عرصہ میں ایک حرف بھی اسلام کے برخلاف مونہہ سے نہیں نکلا - اور نہ کسی کے پاس یہہ شکایت پیش کی کہ میرے پر یہہ تیسری مرتبہ حملہ ہوا -

اِن تمام حملوں پر نظر غور ڈالنے سے ہر ایک پہلو سے آتھم صاحب قابل الزام ٹھہر گئے ہیں - کیونکہ باوجودیکہ یہہ بیان کیا گیا ہے کہ تین حملے ہوئے جنمیں سے پہلا حملہ **تعلیم یافتہ سانپ** کا حملہ ہے - مگر آتھم صاحب نے نہ تو حملہ کرنے والونکو پکڑا - اور نہ حسب ضابطہ کسی تہانہ میں رپوٹ لکھوائی اور نہ کسی عدالت میں نالش کی اور نہ امن حاصل کرنیکے لیے عدالت کے ذریعہ سے ہمارا مچلکہ لکھوایا - اور نہ مجرموں کے پکڑنیکے لیئے انہی پولیس نے کچھ مدد دی اور نہ مجلسوں میں اس بات کا تذکرہ کیا - اور نہ اخباروں میں ان متواتر تین واقعہ کو قبل گزرنے میعاد کے چھپوایا - اور نہ مجرموں کا کوئی حلیہ بیان کیا اور نہ اُن کے بھاگنے کیوقت کوئی کپڑہ وغیرہ اُن کا چھین لیا -

یہہ تمام وہ اُمور ہیں جو آتھم صاحب کو جو اکسٹرا اسسٹنٹی وغیرہ کرتے بڈھے ہوگئے کامل طور پر ملزم کر رہے ہیں - اُن کو چاہیئے تھا کہ اِن الزاموں سے بریت ثابت کرانیکے لئے اگر پہلے نہیں ہوسکا تو بعد میں ہی نالش کر دیتے اور تین حملوں کا عدالت میں ثبوت دیکر ایک توجھوٹی پیشگوئی کی سزا دلواتے - اور دوسرے اقدام قتل کی سزا سے بھی خالی نہ چھوڑتے لیکن وہ ایسے چپ ہوے کہ اُنکی طرف سے آواز نہ اُٹھی -

بعض اخبار والوں نے بھی بہت سیاپا کیا مگر اُنہوں نے کسی کی نہ سُنی - ڈاکٹر کلارک مارٹن سر کھپا کھپا کر رہ گیا مگر اُنہوں نے اُسکے جواب میں یہی دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے حالانکہ عقلاً وانصافاً وقانوناً اُن کا دامن اُسی حالت میں پاک ہوسکتا تھا جبکہ وہ اپنے اُن دعووں کو جنپر خوف کی بُنیاد رکھی گئی تھی بذریعہ نالش یا جسطرح چاہتے ثابت کر دکھاتے -

اور اُن کی یہہ تین حالتیں کہ **ایک** طرف تو اُنہوں نے اپنے اقرار اور اپنے افعال وحرکات سے اثناء پیشگوئی میں اپنا سخت درجہ پر ڈرتے رہنا ظاہر کیا - اور **دوسرے** یہہ کہ اُس ڈر کی وجہ تین حملے بتلاے جو بغیر پورے ثبوت کے کسی عقلمند کے نزدیک قابل تسلیم نہیں ہیں بلکہ قیاس اور عقل سے بھی دور ہیں اور **تیسرے** یہہ کہ ان تین حملوں اور بیجا الزاموں کا کچھ بھی ثبوت نہیں دیا نہ عدالت کے ذریعہ سے نہ دوسرے کسی طریق سے یہہ تینوں حالتیں اُن کو اس بات کیطرف مجبور کرتی تھیں کہ اگر اُن کے پاس اِن بیجا الزامونکا

کوئی بھی ثبوت نہیں تو وہ قسم ہی کھا لیتے -

پس ان کے دروغ گو اور ناحق ہونے پر **چوتھا قرینہ** یہی ہے - کہ وہ قسم سے بھی گریز کر گئے - اور چار ہزار روپیہ ان کے لیئے نقد پیش کیا گیا - مگر مارے خوف کے انہوں نے دم نہ مارا -

ہمارا قسم لینے سے کیا مدعا تھا یہی تو تھا کہ جس ڈر کے وہ اقراری ہو کر پھر خلاف واقعہ اور خلاف قیاس یہہ عذر پیش کرتے ہیں کہ وہ ڈر تین متواتر حملوں کیوجہ سے تھا یہہ غیر معقول عذر انہوں نے ثابت نہیں کیا - اور نہ یہہ ثابت کر سکے کہ یہہ عاجز کوئی مشہور ڈاکو اور خونی ہے جو اُن سے پہلے بھی کئی خون کر چکا ہے - لہذا انصافاً اُن پر لازم تھا کہ ایسی بیجا تہمتوں کے بعد جو قانوناً بھی ایک سخت جرم کی صورت رکھتے ہیں - قسم کھانے سے ہرگز دریغ نکرتے - اگر واقعی طور پر اُن کے مذہب میں قسم کھانے کی ممانعت ہوتی تو ہم سمجھتے کہ مذہب نے اُنکو قسم سے جو بریت کا مدار تھا محروم رکھا لیکن ہمنے تو اپنے اشتہار چہارم میں اُن کی بائبل اُن کے سامنے کھول کر رکھدی اور ثابت کر دیا - کہ اُن کے عام بزرگ قسم کھاتے رہے ہیں - یہاں تک کہ اُن کا **پولوس** رسول بھی جسکے اجتہاد اور طریق سے مونہہ پھیرنا ایک عیسائی کے لیئے کفر اور بے ایمانی میں داخل ہے وہ بھی قسم کھانیسے نہیں بچ سکا - [دیکھو قرنتیان ۱۵ باب ۳۱ آیت]

ان قسموں کے تفصیل کے لیئے ہمارا اشتہار چہارم مورخہ ۲۷ - اکتوبر ۱۸۹۴ء پڑھنا چاہیئے - تا معلوم ہو کہ جواز قسم میں ہمنے کسقدر ثبوت دیا ہے - اور نہ صرف انجیل بلکہ تمام بائبل کے حوالے دیئے ہیں - مگر آتھم صاحب نے اپنی انجیل کی ذرہ بھی پروا نہیں کی - وجہ یہہ کہ وہی آسمانی رعب اُن کے دل پر غالب ہوا جسنے تین حملوں کا نظارہ دکھلایا تھا - تب پادریوں کو فکر پڑی کہ آتھم نے ہمارے مونہہ پر سیاہی کا دھبہ لگایا - اسیلئے **ڈاکٹر کلارک** نے سراسر بے ایمانی کا طریق اختیار کر کے ایک گندہ اشتہار نکالا جسکا حاصل مطلب یہہ تھا کہ مذہب عیسائی میں قسم کھانا ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ مسلمانوں میں خنزیر کا گوشت کھانا - مگر اس حیا کے دشمن کو ذرہ بھی انجیل اور پطرس اور پولوس کی عزت کا خیال نہ آیا - اور

نہ یہہ سوچا کہ اگر یہی مثال سچ ہے تو پھر **پولس** رسول کو ایماندار کہنا بیجا ہے جسنے سب سے پہلے اس ناپاک چیز کا استعمال کیا۔

جس حالت میں ایک مسلمان خنزیر کو حلال سمجھنے والا تمام فرقوں کے اتفاق سے **کافر** ہوجاتا ہے۔ اور اسکو کھانے والا پرلے درجہ کا فاسق بدکار کہلاتا ہے۔ تو پھر ہمیں **ڈاکٹر کلارک** صاحب اس بات کا ضرور جواب دیں کہ وہ اپنے حضرت **پولس** کی نسبت اِن دونوں خطابوں میں سے کس خطاب کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔

سچی بات کو چھپانا بے ایمانوں اور لعنتیوں کا کام ہے۔ کیا یہہ سچ نہیں ہے؟ کہ **پولس نے قسم کھائی پطرس نے قسم کھائی**۔ اور **زبور میں لکھا ہے کہ جو جھوٹا ہے وہی قسم نہیں کھاتا** [دیکھو زبور ۶۳ آیت ۱۱]

کیا! ہم تسلیم کریں کہ نقط آتھم صاحب ہی قسم کھانے سے بچے۔ اور دوسرے تمام بزرگ عیسائی **قسم کا خنزیر** کھاتے رہے۔ اور اب بھی بجز اس قسم کے خنزیر کھانیکے کوئی اعلیٰ درجہ کی ملازمت جو متعہد عہدہ داروں کو ملتی ہے کسی عیسائی کو نہیں ملسکتی ہے۔

اور طرفہ تر یہہ کہ آتھم صاحب کا دو مرتبہ عدالت میں قسم کھانا ثابت ہوچکا ہے اگر وہ انکار کریں تو ہم نقل لیکر دکھلاویں۔

سچ تو یہہ ہے کہ ان عیسائیوں میں سے شاید شاذ نادر کوئی ایسا ہو جسکو قسم کھانے کا اتفاق نہ ہوا ہو۔ بلکہ انگریزی قانون نے قسم کھانا عیسائیوں کے لیئے خاص حق رکھا ہے اور دوسروں کے لئے اقرار صالح۔

اب ہم منصفین سے پوچھتے ہیں کہ جن لوگوں نے قسم سے گریز کرنیکے لیئے عمداً اپنے سوانح کو چھپایا اور وہ جانتے تھے کہ پہلے اِس سے ہم کئی دفعہ قسمیں کھاچکے ہیں مگر اراداتاً اُن قسموں کو پوشیدہ رکھا اور ایک نہایت مکروہ جھوٹ بولا اور کہا کہ قسم ہمارے مذہب میں ایسا ہی بدکاری کا کام ہے کہ جیسے مسلمانوں میں خنزیر۔ اور اپنے بزرگوں کو اپنی زبان سے فاسق فاجر قرار دیا۔ کیا اُن کے اِس طریق سے ابتک ثابت نہ ہوا کہ اگر وہ اپنے تئیں حق

جانتے تو اس ذلت اور رسوائی کو ہرگز ہرگز اختیار نہ کرتے۔

پس یہہ **پانچواں قرینہ** ہے کہ ان لوگوں نے ایک سچائی کے چھپانے کے لیے اپنے **پولس** رسول کو ایک ایسی آدمی سے تشبیہ دی کہ جو مسلمان کہلا کر پھر سور کھاوے اسی بات سے ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ در پردہ آتھم اور اُسکے دوستوں کو کس بات کا رُعب کھا گیا کہ اُنہوں نے بیہودہ حیلہ بازیوں اور رسوائی والے طریق کو اختیار کیا۔ مگر آتھم قسم کھانے سے ایسا ڈرا کہ گویا وہ کھا جانے والا بھیڑیا ہے۔

دانشمندوں کو چاہیئے کہ بار بار اِن باتوں کو ذہن میں لاویں کہ کیونکر اوّل آتھم صاحب نے رو رو کر یہہ اقرار کیا کہ مَیں ضرور پیشگوئی کی میعاد میں ڈرتا رہا۔ اور پھر سوچیں کہ جس پیشگوئی کو بیہودہ سمجھا گیا تھا اُس سے اسقدر ڈرنا کیا معنی رکھتا تھا۔ بہتیری بیہودہ باتیں انسان سنتا ہے مگر ان کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ پھر اگر فرض بھی کرلیں۔ کہ امرتسر میں کسی تعلیم یافتہ سانپ نے اُسپر حملہ کیا تھا تو اسقدر بیجا اسی اور سراسیمگی دکھلانا اور شہر بشہر پھرنا کیا ضروری تھا۔ کوئی قانونی تدبیر کی ہوتی۔ جس سے اُن کے ساتھ امرتسر میں بیٹھے رہتے۔ کیا امرتسر کی پولیس ناکافی تھی۔ یا تمام قانونی علاج مسدود تھے جو اسقدر خرچ اخراج کرکے شدت دھوپ کے دنوں میں پیرانہ سالی میں اپنے آرامگاہ کو چھوڑا اور لطف یہہ کہ وہ چھوڑنا بھی بے سود رہا امرتسر میں سانپ نظر آیا۔ لودھیانہ میں نیزوں والے دکھائی دیئے۔ فیروزپور میں تلوار کے ساتھ حملہ ہوا یہہ بیانات بہت ہی غور کے لائق ہیں۔

ناظرین ان تین حملوں کو سرسری نظر سے نہ دیکھیں اور خوب سوچیں۔ کیا فی الحقیقت سچ ہے کہ پہلا نظر آنے والا فی الحقیقت ایک تعلیم یافتہ سانپ تھا جسپر کسی کا سوٹا چل نہ سکا۔ اور دو پچھلی مرتبوں میں جو نظر آئے وہ جنگ آزمودہ ہماری جماعت کے سپاہی تھے۔ جنکو کسی موقع پر آتھم صاحب پکڑ نہ سکے۔ اور نہ اُن کے دامادوں کا اُنپر ہاتھ دراز ہو سکا نہ پولیس کے نالایق کانسٹبل اُنکے مقابلہ کی جُرأت کر سکے۔ پھر عجیب پر عجیب یہہ کہ یہہ لوگ ناجائز ہتھیاروں کے ساتھ کئی مرتبہ ریل پر سوار ہوئے۔ بازاروں میں ہو کر نکلے آتھم صاحب کے احاطہ میں ادھر ادھر پھرتے رہے۔ مگر بجز آتھم صاحب کے کوئی بھی اُنکو دیکھ نہ سکا۔ کیا ان تمام قرینوں سے ثابت

نہیں ہوتا کہ درحقیقت یہہ تمام روحانی نظارہ تھا جسنے آتھم صاحب کے دل کو حق کیطرف رجوع دلایا اور اُن کا دل خوف سے بھر گیا۔ اور مونہہ پر مُہر لگ گئی۔ اُن کا فرض تھا کہ پہلے حملہ میں ہی تھانہ میں رپورٹ کرتے گورنمنٹ کو اطلاع دیتے۔ اور حلیہ لکھواتے۔ اور صورت شکل اور وردی اور تمام قرائن سے حُکّام کو مُطلع کرتے۔ تا گورنمنٹ اشتہار دیکر ایسے بدمعاشونکو ماخوذ کرتی۔ اور ایسے پلید مجرمونکو واجبی سزا کا مزہ چکھاتی۔ اور کم سے کم یہہ تو چاہیئے تھا کہ وکیلوں کے مشورہ سے ایک عرضی دیکر مجرموں کو سزا دلاتے۔ یا احتیاطی طور پر اس عاجز سے اِس مضمون کا مچلکہ لکھواتے کہ اگر آتھم پیشگوئی کی میعاد میں مارا گیا تو یہہ جُرم قتل عمد تُمہارے ذمہ لگایا جائیگا۔ کیونکہ جو شخص پہلے ان کی موت کی جھوٹی پیشگوئی کرچکا اور پھر اُسکی جماعت کی طرف سے قتل کرنیکے لئے تین حملے بھی ہوے کیا ایسے شخص کا مچلکہ لینے سے گورنمنٹ کو کچھ تامّل ہوسکتا ہے۔

کیا یہہ تعجب کی بات نہیں کہ آتھم صاحب پندرہ ماہ تک ایک جلتے ہوے تنور میں پڑے رہے اور بار بار خوفناک حملوں سے کچلے گئے۔ مگر اُنہوں نے کسی مقام میں باضابطہ تحقیقات نکرائی۔ اوّل سر سے سانپ کے حملہ پر چُپکے ہی نکل آئے۔ پھر لودھیانہ پہنچے۔ اور ساتھ ہی حملے والے بھی پہنچگئے اور مارنے میں کچھ بھی کسر نہ رکھی۔ تب بھی آتھم صاحب نے گورنمنٹ میں جاکر سیاپا نکیا کہ یہہ دشمن میرے قتل کے درپے ہیں۔ میری کوٹھی پر مسلح ہوکر آئے۔ سرکار اِن کا مچلکہ لے اور مجکو اِن کے شر سے بچائے۔ بلکہ اُن کو چاہیئے تھا کہ تعلیم یافتہ سانپ کے حملہ پر ہی دہائی دیتے کہ لوگو دیکھو پیشگوئی کی حقیقت معلُوم ہوئی۔

اَب اے ہمارے ناظرین! اے اخباروں کے ایڈیٹرو۔ اے رسالوں کے شائع کرنے والو۔ آپ لوگوں نے آتھم صاحب کی ہمدردی تو بہت کی۔ بلکہ بعض نے لکھا کہ آتھم صاحب خلق اللہ پر بہت ہی احسان کرینگے۔ اگر ایسے کذاب پر نالش کرکے اُسکو سزا دلائینگے۔ مگر اَب آنکھیں کھولکر دیکھو کہ قرائن قویّہ کسکو کذّاب ثابت کرتے ہیں۔

ہم تم سے اسلام کی ہمدردی نہیں چاہتے ہم تمکو یہہ الزام نہیں دیتے کہ مسلمانوں کی اولاد کہلاکر پھر پادریوں کے ناحق کی حمایت کیوں کی۔ کیونکہ یہہ بات کہنے والا اور پوچھنے والا ایک ہی ہے۔ جو مطالبہ کے دن میں ظالم کو بے سزا نہیں چھوڑے گا۔

ہم تمہاری گالیوں اور لعنتوں سے بھی ناراض نہیں - کیونکہ بنسبت پہلے راستبازوں کے
یہہ بہت ہی تھوڑا دکھ ہے جو ہمکو تم سے پہنچا ہے - لیکن اگر ہمیں افسوس ہے تو صرف یہی
کہ تمنے دین کی سچّی حمایت کو بھی چھوڑا اور پادریوں کی ہاں کے ساتھ ہاں ملائی - مگر آخری نتیجہ
تمہارے لیئے اُس ندامت کا حصّہ ہوا جس کو دوسرے لفظوں میں خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَہ
کہتے ہیں اس بات کا ہمکو بھی افسوس ہے کہ باوجودیکہ دین کو تمنے اس طرح پھینکدیا کہ جس طرح ایک ناکارہ
تنکا پھینکا جاتا ہے - مگر پھر بھی تم کسی ایسی تعریف کے لائق نہ ٹھہرے جو کسی عقلمند عمیق الرائے کی
بارہ میں ہوسکتی ہے - بلکہ وہ خفت اور خجالت اوٹھائی جو ہمیشہ جلد باز اور شتاب کار اُٹھایا کرتے ہیں
درحقیقت جو شخص نفسانی جوش میں آکر یا جلد بازی کی وجہ سے اللہ اور رسول کی کچھ بھی پروا
نہیں رکھتا اُسکو ایسے دن دیکھنے پڑتے ہیں -
کیا کبھی تمنے سُنا کہ کسی ایسے مباحثہ میں کہ جسکی حمایت میں عیسائی مذہب کو کوئی زد پہنچتی ہو
یا کسی فرد کی نظر میں اُس مذہب کی بیخکنی ہوتی ہو کوئی پادری تمہارے ساتھ ہو گیا ہو بلکہ وہ تو باوجود
صدہا اندرونی اختلافات کے اپنی ہوا نکلنے نہیں دیتے - پھر تم پر افسوس کہ تمنے چند خودغرض مولویوں
کے پیچھے لگ کر ایک دینی معاملہ میں پادریوں کی وہ حمایت کی - اور اہل حق کو وہ گالیاں دیں جسکی
نظیر کسی قوم میں نہیں پائی جاتی - سو اب بھی میں نصیحت کرتا ہوں کہ توبہ کرو - اور پاک دل اور بے لوث
نظر کے ساتھ اِس پیشگوئی کو دیکھو اور تمام اُمور کو یکجائی نظر سے تصوّر میں لاکر وہ سچی رائے ظاہر کرو
جو تمہاری پہلی جلد بازیوں کا کفارہ ہو جاوے - یقیناً سمجھو کہ دین اسلام ہی حق ہے اور ہر ایک انسان
کو اپنے اُن تمام خیالات کا حساب دینا پڑیگا جنکو وہ ردّی اور ناپاک پاکر پھر بھی اپنے سینہ
سے باہر نہیں پھینکتا - اور بخل اور تعصب سے اپنی طبیعت کو الگ نہیں کرتا -
سو اُٹھو اور جاگو اور پھر دوبارہ ایک حق طلب اور سوچنے والا دل لیکر آتھم والی پیشگوئی
پر نظر ڈالو پیشگوئی میں کوئی بھی تاریکی نہیں تھی تمہاری اپنی ہی تاریکی اور موٹی عقل اور جلد بازی نے
ایک تاریکی پیدا کرلی - اور وہ صریح شرط تمہاری آنکھوں سے نظرانداز کی گئی - جو حکیم ازلی نے تمہاری
آزمایش کے لیئے پہلے ہی الہامی عبارت میں داخل کی تھی یہہ فعل بھی اُسی حکیم مطلق کا ہے تا وہ
تمہیں جانچے اور آزماوے اور تم پر ظاہر کرے کہ کسقدر تم تدبر اور تقویٰ اور اخوت اسلامی سے

دور جا پڑے۔ بھائیو جلد توبہ کرو تا ہلاک نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ کوئی عمل بد نہیں جس پر مواخذہ نہ ہوگا۔ اور کوئی بد دیانتی نہیں جسکی وجہ سے انسان پکڑا نہ جائے۔ جسنے کسی بخل کیوجہ سے اپنا دین خراب کرلیا۔ اور کسی تعصب کیوجہ سے حق کو چھوڑ دیا وہ کیڑا ہے نہ انسان اور درندہ ہے نہ آدمی۔ لیکن نیک آدمی ایک پاک خیال کے ساتھ سوچتا ہے۔ اور اُس کا حکمت اور حق کے ساتھ کلام ہوتا ہے نہ ٹھٹھے اور ہنسی کے رنگ میں اور وہ صداقت اور انصاف سے پاک جذب سے بولتا ہے نہ غضب اور غصہ کی کشش سے اسلئے خدا اُسکی مدد کرتا ہے اور روح القدس اُسکے دل پر روشنی ڈالتا ہے۔ لیکن ناپاک دل اور گندی طبیعت والا سچائی کے استخراج کے لئے کچھ بھی کوشش نہیں کرتا۔ اور ایک دھوکہ جو پہلے دن سے ہی اُسکو لگ جاتا ہے اُسی کی پیروی کرتا چلا جاتا ہے۔ اور پھر تعصب اور کج بحثی کیوجہ سے خدا تعالیٰ اُسکے دل کا نور چھین لیتا ہے۔ اور اُسکا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

مگر نیک سرشت آدمی اپنے رائے کے بدلنے سے ہرگز نہیں ڈرتا۔ جب دیکھتا ہے کہ ایک صداقت کی تکذیب میں مجھسے غلطی ہوئی تو اُس کا بدن کانپ جاتا ہے۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں اور سچائی کے خون سے اُس مجرم سے زیادہ ڈرتا ہے جسنے ایک بیگناہ اور معصوم بچہ کو ناحق قتل کر دیا ہو۔ سو خدا جو کریم و رحیم ہے اُسے قبول کرلیتا ہے۔ اور اُسکی عظمت دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ مجلس میں ایک شخص بہادر دل کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے بولا کہ صاحبو میں فلاں امر میں غلطی پر تھا۔ اور جو کچھ مینے ایک مدت تک بحثیں کیں یا جو کچھ مینے مخالفت ظاہر کی وہ سب نادرست امر تھا۔ اب میں اُس سے محض للہ رجوع کرتا ہوں ایسے شخص کی ایک ہیبت دلوں میں طاری ہو جاتی ہے۔ اور ولایت کا نور اُس کے چہرہ پر دکھائی دیتا ہے۔ اور دل بول اُٹھتا ہے کہ یہ شخص متقی اور قابل تعظیم ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اُنسے پیار کرتا ہوں کہ جو گناہ اور خطا کا طریق چھوڑ کر حق کی طرف قدم اُٹھاتے ہیں۔ پس جس سے خدا پیار کرے ضرور اُس سے تمام نیک بندے پیار کرینگے کیونکہ نیک روحوں کا پیار خدا کے پیار کے تابع ہے۔ سو مبارک وہ جو خدا تعالیٰ کی مرضی کی راہیں

ڈھونڈے - اور زید و بکر کی بک بک کی کچھ پروا نہ رکھے -

اَب میرے دوستو ذرہ نظر اُٹھاکر دیکھو اور اپنی کانشنس اور نرم قلب سے فتویٰ لو اور ذرا نظر اور فکر کو ہشیاری اور بُردباری کے ساتھ دوڑا کر دیکھو کہ کیا آتھم کا طریق اور روش اُسکی سچائی پر دلالت کر رہا ہے - کیا تمہارے دل ان باتوں کو قبول کرتے ہیں کہ ضرور آتھم پر بمقام امرتسر کسی تعلیم یافتہ سانپ نے حملہ کیا تھا - اور ضرور ہماری جماعت کے بعض لوگ تلواروں اور نیزوں کے ساتھ لدھیانہ اور فیروزپور میں اُسکی کوٹھی میں قتل کرنیکے لیئے جا گھسے تھے -

کیا آپ لوگونکی روحیں اس بات کو مانتی ہیں کہ باوجود اس مذہبی مقدمہ کے جسکی بنیاد پر یہہ مباحثہ شروع ہوا تھا - یعنی ایک شخص اسمٰعیل نام کا عیسائی ہونیسے رُک جانا - اور اس اشتعال سے عیسائیوں کا مباحثہ کرنا اور پھر پیشگوئی کی صداقت مٹانیکے لیئے یہہ جھوٹی تاویلیں کرنا کہ ڈاکٹر کی قطعی رائے ہے کہ چھ مہینے کے اندر آتھم مر جائیگا - ایسے لوگ جنہوں نے مذہبی حمایت کے خیال سے پہلی ہی جھوٹی تاویلیں شروع کردیں اور فتح کے حریص رہے وہ واقعی طور پر تین حملے ہماری جماعت کی طرف سے دیکھیں اور حملے بھی وہ جو ایسے شخص کے قتل کرنیکے ارادہ سے ہوں جو عیسائی پارٹی کا سر ہو اور پھر یہہ حضرات عیسائیان خاموش رہیں - نہ گورنمنٹ میں ان حملونکی شکایت لیجائیں اور نہ تھانہ میں رپورٹ دیں اور نہ حاکم ضلع کے پاس نالش کریں - اور نہ ہمارا مچلکہ عدالت میں داخل کرائیں - اور نہ میعاد کے اندر اخباروں میں اس واقعہ کا اشتہار دیں اور نہ باوجود ہمارے چار ہزار روپیہ نقد پیش کرنے کے قسم کھاویں اور چار ہزار روپیہ لیکر ہمیں سزا دیں **صاحبو** آپ للہ سوچو کہ آخر مرجانا اور اس نابکار دنیا کو چھوڑ جانا ہے اور ذرہ غور کرو کہ جس شخص پر یہہ ظلم ہو کہ موت کی خبر سنا کر ناحق اُس کا دل ستایا جاوے - اور پھر اسی دلازاری پر کفایت نہو بلکہ برابر اسپر تین حملے بھی ہوں - اور معاملہ مذہبی ہو جسمیں بالطبع تعصّب بڑھ جاتے ہیں کیا ایسی صورت میں آپ قبول کرلینگے کہ یہہ سب کچھ واقعہ ہوا مگر آتھم اور اُس کے دوستوں نے نچاہا کہ بدی کے مقابل پر بدی کریں - پھر صاحبو یہہ بھی سوچو کہ دنیا میں کوئی دعویٰ بغیر ثبوت کے قابل پذیرائی نہیں ہوتا - پس ایسا دعویٰ جو خود خلاف قیاس اور غیر معقول ہو اور جسکے اقرار کرنیکی

عیسائیونکو ضرورتیں پیش آئی ہیں وہ کیوں بغیر ثبوت پیش کرنیکے قبول کیا جاتا ہے۔

آتھم صاحب نالش نہیں کرتے کہ یہہ نیک بختی کا تقاضا نہیں قسم نہیں کھاتے کہ مذہب میں ہمارے قسم ایسی ہے جیسے مسلمانوں میں خنزیر کھانا۔ کوئی اور ثبوت نہیں دیتے کہ ہم اب لڑنا اور جھگڑنا نہیں چاہتے۔ پس کیا اب یہہ تمام بے ثبوت باتیں آتھم صاحب کی قبول کرلوگے اور کیا آپ کی یہہ راے ہے کہ ہماری سب باتیں جھوٹی اور آتھم صاحب کی یہہ ساری کہانیاں سچی ہیں۔ اگر یہی بات ہے تو ہم آپ لوگوں سے اعراض کرتے ہیں جب تک کہ وہ دن آوے کہ رب العرش کے سامنے ہم سب لوگ کھڑے ہوں گے۔

صاحبو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر یہہ جھگڑا دنیوی جھگڑوں کیطرح چیف کورٹ یا ہائی کورٹ کے اجلاس میں پیش ہوتا تو آخر بغور دیکھے جانیکے بعد ہمارے ہی حق میں فیصلہ ہوتا۔

عزیزو! آپ لوگوں پر لازم تھا کہ اُس نور ایمان سے کام لیکر جو حضرت سیدنا مولانا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک سچے ایماندار کو خدا تعالی کیطرف سے عطا کیا ہے۔ آتھم کے اس منصوبہ پر جو گویا اُسپر تین حملے ہوے نظر غور کرتے اور اُسکو ملزم کرتے کہ جب تک وہ تعلیم یافتہ سانپ اور مسلح قاتلوں کا پتہ نہ لگاوے۔ یا عدالت میں نالش نکرے یا قسم نہ کھاوے تب تک وہ قانون انصاف کی رو سے دروغ گو اور حق پوش ہے۔

اور ہماری جماعت کے لیئے تو تین حملوں کا الزام موجب زیادت ایمان اور یقین اور آتھم کے جھوٹے ہونے کا بدیہی ثبوت ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص ہماری جماعت میں سے یقین دل سے جانتا ہے کہ ایسے حملوں کی مجھے تعلیم نہیں ہوئی۔ اور نہ ایسا پلید مشورہ کبھی اس جماعت میں ہوا۔ ہم اپنی تمام جماعت کو فرد فرد کر کے اسوقت مخاطب کرتے ہیں کہ کیا انکو ایسی صلاح دیگئی کہ تم کوئی زہریلا اور کالا سانپ لیکر اور اُسکو خوب تعلیم دیکر آتھم کو ڈسنے کے لیے اُسکی کوٹھی میں چھوڑ دو۔ اور اگر وہاں موقعہ نہ پاؤ تو پھر لودھیانہ میں جاکر اور اگر وہاں بھی موقعہ نہ ملے تو پھر فیروزپور میں جاکر کام تمام کردو۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ اگر کسی کو ہمنے کبھی ایسا مشورہ دیا ہے تو سخت بے ایمانی ہوگی کہ وہ اسکو ظاہر نکرے۔ یہہ بات ظاہر ہے کہ مرشد پر مریدوں کا اُسی وقت تک سچا اعتقاد رہ سکتا ہے

کہ جب تک اسکو راست باز اور صادق اور حق گو یقین کریں اور دروغ گو اور مفتفی اور منصوبہ باز ہونا اسکا ثابت نہو اور جبکہ یہہ بات ہے تو ہمارے مریدوں میں سے ہر ایک شخص اپنے دل میں سوچے کہ کیا کوئی انمیں سے ہمارے کہنے سے یا خود بخود آتھم پر حملہ کرنیکے لیئے امرتسر اور لودھیانہ اور فیروزپور گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ سب کا یہی جواب ہوگا کہ میں نہیں گیا اور نہ ایسی گندی تعلیم مجکو ہوئی۔ اور یہہ بات بھی ظاہر ہے کہ اگر اس چھوٹی سی جماعت میں کوئی ایسا پلید مشورہ ہوتا تو جماعت کے کُل یا اکثر افراد کو ضرور اسکی خبر ہوتی خاصکر جبکہ اس جماعت کے بہت سے فاضل احباب اس جگہہ جمع رہتے ہیں۔ اور بعض وقت سو کے قریب یا زیادہ ہوتے ہیں وہ تو ضرور اس پردہ کی بات کو پا جاتے۔ اور توبہ پر توبہ کرتے کہ ہمنے اس مکار آدمی کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر اپنے ایمان کو ضایع کیا۔ پیشگوئی خدا تعالیٰ کیطرف سے بتلائی اور اب کہتا ہے کہ کوئی تم میں سے آتھم کو قتل کردی تاکسی طرح پیشگوئی پوری ہو۔ اِسوقت ہم اپنے فاضل دوست مولوی حکیم نور دین صاحب کو جنہوں نے اپنے وطن سے ہجرت کرکے کئی برس سے مع اہل و عیال دائمی رہائش میرے پاس اور میرے مکان کے ایک حصّہ میں اختیار کی ہے۔ اور احباب کے ہر ایک نیاب اور پاک مشورہ میں صدر نشین ہیں اور صرف نیک ظن کیوجہ سے اپنی جان و مال سے حاضر ہیں مخاطب کرکے پوچھتے ہیں کہ کیا کبھی ایسے پلید مشورہ کا آپ سے ذکر آیا۔

ایسا ہی ہم اپنے تمام دوستوں کو مخاطب کرکے پوچھتے ہیں کیا کسی ایسے نالائق مشورہ میں آپ لوگ بھی شریک ہوئے یا کوئی صاحب آپ لوگوں میں سے آتھم صاحب کے قتل کرنیکے لیئے بھیجا گیا۔ یقیناً آپ لوگوں کے دل بول اُٹھینگے کہ ہماری طرف ان باتوں کا منسوب کرنا سراسر افترا ہے اور یقیناً اِس بے اصل منصوبہ کی تصوّر سے آپ لوگوں کا ایمان زیادہ ہوگا لیکن غیروں کو باعث خبث باطن یہہ حق الیقین نصیب نہیں

مگر افسوس تو یہہ ہے کہ وہ اُن قراین قویّہ سے بھی کنارہ کشی کرتے ہیں جو صریح آتھم کو ملزم ٹھہراتے ہیں۔ وہ نہیں سوچتے کہ جس حالت میں آتھم نے اپنے خوف کی تین حملوں پر بنا رکھی اور اِس بات سے انکار کیا کہ وہ خوف اور گریہ وزاری اسلام کے رعب سے تھا تو اُن تین حملوں کا کچھ ثبوت بھی تو پیش کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ خوف کو پیشگوئی کیطرف منسوب کرنیکے وقت تو

قرائن موجود ہیں۔ وجہ یہہ کہ پیشگوئی نہایت زور سے لگیئی تھی - اور نہ صرف آتھم بلکہ اُسی وقت اس مجلس کے تمام عیسائیوں پر اُس کا اثر ہوگیا تھا - اور پیش بندی کے طور پر اُسی دم کہنا شروع کر دیا تھا کہ آتھم کے مرنے کی تو ایک ڈاکٹر نے بھی خبر دے رکھی ہے - کہ چھ ماہ تک مرجائیگا ظاہر ہے یہہ تمام باتیں پیشگوئی کا رعب قبول کرنے سے موہنہ سے نکلی تھیں - اور آتھم صاحب کے دل پر ایک بھاری موثر کام کر رہا تھا - اور یہہ تمام قراین چاہتے تھے کہ آتھم صاحب سے وہ حرکتیں صادر ہوں جو شدت خوف کیوقت صادر ہوا کرتی ہیں - اور وہ نظارے انکو نظر آویں جو شدت خوف کیوقت نظر آیا کرتے ہیں مگر انہوں نے انسانی حملوں کا کیا ثبوت دیا جواب اُنکی خوف کی بنیاد قرار دیئے گئے ہیں پھر جس حالت میں کچھ بھی ثبوت نہیں دیا تو کیا یہہ بیجا مطالبہ تھا کہ وہ اپنی بریت ظاہر کرنیکے لیئے قسم کھا لیتے - سو اب **وہ دنیا پرست مولوی جو عیسائیوں کے ساتھ !! ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں** ہمیں جواب دیں کہ انہوں نے کیوں ہماری عداوت کے لیئے اپنا موہنہ کالا کیا - کیا ہی موہنہ کل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائینگے جنکی دین کی تکذیب کے لیے ناحق ہمو جب وہ شریک ہوے کیا وہ قسم کھا سکتے ہیں کہ اُن کے نزدیک آتھم ہی سچا ہے ایسے معرکہ کے مطالبہ میں آتھم کا قسم نہ کھانا ایک قسم کی موت تھی جو اُسپر وارد ہوگئی - اور وہ بیّنہ کے ساتھ بیشک ہلاک ہوگیا - اور جو بار ثبوت اُسکے ذمہ تھا وہ اُس سے سبکدوش نہ ہو سکا - اور جسمانی **موت بھی شوخی کے بعد ٹل نہیں سکتی لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمَاتِ اللہِ**

افسوس کہ ہمارے بعض مولیوں اور اُن کے نالایق چیلوں نے جو نام کے مُسلمان تھے اس جگہہ اپنی فطرتی بدذاتی سے بار بار حق کی تکذیب کی اور اسلام کی مخالفت میں یہہ سیہ دل اور تیرہ مولوی عیسائیوں سے کچھ کم نہ رہے - اور بہت ہی زور لگایا کہ کسی طرح اسلام کو شکست پہنچے - اور جاہل مُسلمان جو چارپائیوں کی طرح تھے اُن کے دلوں میں جما دیا کہ اس شخص یعنی اس عاجز نے اسلام کو بدنام کیا اور شکست دلوائی -

ناظرین اب یہہ تمام مقدمات اور واقعات آپ لوگون کی نظر کے سامنے ہیں ہم یہہ نہیں کہتے کہ صرف مذہبی حمایت اور بیجا تعصب سے ہمیں سچا ٹھہرا دو - اور عیسائیوں اور اُن کے ہم مادہ نیم عیسائی مولویوں کو جھوٹا قرار دو بلکہ مقدمات موجودہ پر ایک گہری اور عمیق نظر ڈالو پھر اُن سے

وہ نتیجہ نکالو جو عقل اور انصاف کو پورے استعمال کے بعد نکلنا چاہیئے - ہم اس بات کو قبول کرتے اور مانتے ہیں کہ اگر آتھم صاحب اس پیشگوئی کے بعد اپنی جگہہ پر استقامت کے ساتھ بیٹھے رہتے - اور اپنی جابجا کی مجنونانہ گردش سے اپنی سراسیمگی اور خوف زدہ حالت کو ظاہر نکرتے - اور یہہ باتیں میعاد کے بعد مونہہ پر نہ لاتے کہ اس جماعت کے بعض لوگ تین دفعہ تین مختلف شہروں میں نیزوں اور تلواروں اور سانپوں کے ساتھ میرے احاطہ کوٹھی میں گھس آئے - اور اپنے مونہہ سے رو رو کر یہہ اقرار نکرتے کہ حقیقت میں میعاد کے اندر میں ڈرتا رہا - اور پھر قسم پر بلانیکے لیئے بلا توقف حاضر ہو جاتے تو بیشک ہم ہر ایک مخالف اور موافق کی نظر میں جھوٹے ٹھہرتے - اور ہمارا آخری الہام کہ شرط رجوع کی پوری ہونے کی وجہ سے عذاب الٰہی ٹل گیا ایک بہانہ سا یا باطل تاویل سب کو دکھائی دیتا -

پیارے ناظرین آپ لوگ جانتے ہیں کہ اس پیشگوئی میں بتصریح یہہ شرط موجود تھی کہ اُس حالت میں عذاب نازل ہوگا کہ حق کیطرف رجوع نکرے - اور میں اسمضمون میں لکھہ چکا ہوں کہ لفظ رجوع کھُلے کھُلے اسلام لانے کا ہم وزن اور ہم پایہ نہیں - بلکہ ادنیٰ استعداد کا آدمی بھی جانتا ہے کہ کبھی یہہ لفظ کھُلے کھُلے اسلام پر بولا جا سکتا ہے - اور کبھی جب انسان پوشیدہ طور پر کسیقدر اپنی اصلاح کرے تب بھی وہ کہہ سکتا ہے کہ مینے رجوع بحق کیا - اور پیشگوئیوں میں یہی قاعدہ قدیم سے ہے - کہ اگر کوئی لفظ دو معنوں کا محتمل ہو تو پیشگوئی کے انجام کے بعد جو معنے واقعات موجودہ سے ظاہر ہوں وہی لیئے جائینگے -

سو واقعات ظاہر کر رہے ہیں - کہ آتھم صاحب نے پوشیدہ طور پر اسلام کا خوف اپنے دل پر غالب کیا - اور اپنے عیسائی تعصّب کی اندر ہی اندر اصلاح کی - اور اندر ہی اندر رجوع بحق کیا - اسلیئے وہ شرط پوری ہوگئی جو عذاب کے عدم نزول کے لیئے بطور روک کے تھی - کیا ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ اپنی شرطوں کا لحاظ رکھتا -

چونکہ ہمارے اس الہام میں صریح اور صاف شرط تھی کہ حق کیطرف رجوع کرنیسے عذاب ٹل جائیگا - اور آتھم کی حرکات مذکورہ بالا نے رجوع کی مفہوم کو پورا کر دیا اسلیئے وہ پیشگوئی حقاً و صدقاً پوری ہو گئی -

آتھم کا یہہ بیان تھا کہ میں ڈرتا تو ضرور رہا مگر پیشگوئی کی سچائی سے نہیں بلکہ مجھے بار بار خونی فرشتے نیزوں اور تلواروں کے ساتھ نظر آتے رہے - پس یہہ خداتعالی کا فضل ہے کہ ڈر کا صاف اقرار آتھم کے موہنہ سے نکل گیا - لیکن آتھم نے اس بات کا کچھ بھی ثبوت نہیں دیا کہ ہماری جماعت نے فی الحقیقت نیزوں اور تلواروں اور سانپوں کے ساتھ تین مرتبہ اسپر حملہ کیا - اور خوف کرنیکا دوسرا پہلو اسی بات پر مبنی تھا کہ آتھم معتبر شہادتوں سے اس بات کا ثبوت دیتا - کہ ہماری جماعت کا فلاں فلاں آدمی نیزوں اور تلواروں کے ساتھ تین شہروں میں اسکی کوٹھی پر پہنچا تھا - یا گورنمنٹ کے ذریعہ سے اس بات کو ثابت کرتا - اور ہمپر اس بارے میں نالش کرتا - مگر آتھم اس ثبوت کے دینیسے عاجز رہا - بلکہ ہمنے سنا ہے کہ بعض اسکے دوستوں نے بھی کہا کہ غلبہ خوف کیوجہ سے کچھ اپنے ہی خیالات نظر آئے ہونگے جو سانپ یا سواروں یا پیادوں کی شکل پر دکھائی دیئے - ورنہ تین مرتبہ تین مختلف مقاموں میں نظر آنا اور پکڑا نجانا - بلکہ کچھ بھی پتہ نہ لگنا - اور پھر ہر دفعہ صرف آتھم کا ہی مشاہدہ ہونا - ایک ایسا امر ہے جسکو عقل سلیم تجویز نہیں کر سکتی یہہ تو وہ باتیں ہیں جو اس کے بعض ہم مذہب اور گھر کے بھیدی ہی اپنی مجالس میں ذکر کرتے اور آتھم صاحب کے خوفوں کو ہنسی ٹھٹھے میں اوڑاتے ہیں - بلکہ اس سے بڑھکر اور بعض خبریں فیروزپور کی ایک میم کی روایت سے مشہور ہوئیں - اور لاہور میں پھیل گئیں - لیکن اسوقت ہم ناظرین کے سامنے صرف یہہ پیش کرنا چاہتے ہیں - کہ آتھم نے اپنا خوف زدہ ہونا بیان کر کے بلکہ اپنے افعال اور حرکات سے اپنی سراسیمگی دکھلا کر پھر یہہ ثابت نکیا - کہ وہ تین حملے جنکی رو سے وہ اپنا ڈرنا بیان کرتے ہیں کبھی ہماری طرفسے اُنپر ہوئے بھی تھے ؟ اور جب وہ ثابت نکر سکے - بلکہ یہہ بھی ثابت نکر سکے کہ ایسی بدچلنی کی پلید عادات کبھی پہلے اس سے بھی ہم سے ظہور میں آئے تھے - تو وہ ڈرنا پیشگوئی کے اثر کیطرف منسوب ہو گا - کیونکہ پیشگوئی جس قوت اور شدت کے ساتھ کیگئی تھی عیسائی ایمان جو ایک مخلوق کو خدا بناتا ہے ہرگز اُسکے سامنے نہیں ٹھہر سکتا - خداتعالے خوب جانتا ہے کہ وہ پیشگوئی کی عظمت سے ہی ڈرا - اور ہماری جماعت میں سے کوئی نیزہ باز اور تیغ کش اُسکی کوٹھی پر ہرگز نہیں پہنچا - پس چونکہ ڈرنا خود اُس کے اقرار اور قول اور فعل سے ثابت اور ایسی شدید الرعب پیشگوئی سننے

کسی مشرک مخلوق پرست کا ڈرنا قرین قیاس بھی ہو تو یہہ عذر کہ ہماری جماعت کے تین حملے نیزوں تلواروں سانپوں کے ساتھ اُسپر ہوئے سراسر دروغ بے فروغ ہی جسکو آتھم ایک ذرہ بھی ثابت نہیں کرسکا - اور جب ہمنے آتھم کے ہی فائدہ کے لیئے یہہ ثبوت حلف کے ذریعہ سے اُس سے لینا چاہا تو ایک دوسرا جھوٹھ بولکر جو ہمارے مذہب میں قسم کھانا ہرگز جائز نہیں! گریز اختیار کی - غرض نہ اُسنے نالش کے ذریعہ سے جس کا اُسکو اُسکے بیان کے موافق حق پہنچتا تھا خوف کی بنا یعنی تین حملوں کو ثابت کیا اور نہ چند گواہوں کے ذریعہ سے اس بنا کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا - اور نہ ہماری درخواست قسم سے جو سراسر اُسیکی سچائی ظاہر کرنیکے لیئے تھی باوجود چار ہزار روپیہ پیش کرنیکی کچھ بھی توجہ کی -

تو اب **اے ایماندارو - اے منصفو - اے خداترس بندو - اے عقل سلیم والو** ذرہ سوچو کہ کیا وہ اُس بار ثبوت سے سبکدوش ہوسکا - جسکے نیچے وہ ابتک دبا ہوا ہے کیا اُس خوف کا اقرار کرکے جو ہماری شرط کا مویّد تھا وہ اس بات سے عہدہ برا ہوسکا کہ وہ خوف اُن حملوں کیوجہ سے تھا جو اُسپر وارد ہونے شروع ہو گئے تھے پھر **عزیزو کیا ابتک وہ شرط پوری نہوئی** جسمیں نرم الفاظ میں رجوع بحق کی شرط تھی کھُلے کھُلے اسلام کا تو ذکر نتھا - اے صداقت کے دوستو کیا ان باتوں سے کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا کہ آتھم نے اپنے قول وفعل سے خوف زدہ ہونا ظاہر کیا - اور جو خوف کی بنا قایم کی تھی یعنی ہماری جماعت کے تین حملے اُنکو وہ ثابت نکرسکا نہ نالش کے ذریعہ سے نہ شہادت سے نہ قسم کھانے سے - بہتر تھا کہ **شیخ بٹالوی** یا اُسکے دوست ہندوزادہ لودھیانوی کو جو سیہ دلی سے عیسائیت کے قریب قریب جا پہنچے ہیں اپنے مکان پر بٹھا رکھتا - اور جب سانپ تعلیم یافتہ اُسکے ڈسنے کو یا نیزوں اور تلواروں والے اُسکے قتل کرنے کو اُسپر حملہ آور ہوتے تو ان دونوں کو دکھلا دیتا تاکہ اِس کمبخت فرقہ کا ایمان عیسائیوں کی حمایت میں مُفت ضایع نہ جاتا - اور فخر کے ساتھ ایسے منحوس مکانوں میں بیٹھکر قسم کے ساتھ کہہ سکتے کہ درحقیقت اس شخص مکار یعنی اس عاجز نے اسلام کو سُبکی اور شکست دلائی - اور ہم بچشم خود دیکھہ آئے ہیں - کہ ایک تعلیم یافتہ سانپ جو اسکی جماعت نے چھوڑا تھا آتھم کو کاٹنے کے لیئے بیشک اُسکی کوٹھی میں گھس گیا تھا

اگر ہم نہوتے تو ضرور وہ اُسکو نگل ہی تو جاتا ہمنے نیم عیسائیت کے لحاظ سے برادر آتھم کو بچا لیا تا کچھ تو برادری کا حق ادا ہو۔ پھر ہمنے یہہ بھی دیکھا کہ مولوی حکیم نور الدّین اور مولوی سیّد محمد احسن امروہی۔ اور حکیم فضل الدین صاحب اور شیخ رحمت اللہ سوداگر اور منشی غلام قادر صاحب اور مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی۔ اور حاجی سیٹھہ عبد الرحمان صاحب تاجر مدراس۔ اور مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری۔ اور میر مردان علی صاحب حیدرآبادی اور ایسے ہی اور بہت سے مردان کارزار اس جماعت کے نیزے ہاتھوں میں لیئے ہوئے اور تلواریں حمائل کیئے ہوئے آتھم کی کوٹھی پر موجود تھے۔ اور نہ ایک دفعہ بلکہ تین دفعہ ان مسلح سواروں کا آتھم پر حملہ رہا۔ آتھم بیچارہ ان حملوں سے ڈرتا اور بھاگتا رہا۔ اور خوف کے مارے اتھم ہوگیا جو کسی جگہہ تھم نہ سکا۔

اگر مولوی ایسا کرتے تو بیشک انکی گواہی کے بعد آتھم کا کام کچھ بن جاتا۔ مگر افسوس کہ اب ان بدبخت دین فروشوں کا مفت میں ایمان بھی گیا۔ اور آتھم بھی وہی خسر الدنیا والاخرۃ رہا۔

غضب کی بات ہے کہ یہہ لوگ اس طرح صداقت کا خون کر رہے ہیں۔ یہہ خوب جانتے ہیں کہ آتھم اس اقرار کے بعد کہ وہ پیشگوئی کی عظمت سے نہیں ڈرا۔ بلکہ ہماری جماعت کے حملوں سے ڈرا قانونی اور شرعی طور پر اس مواخذہ کے قابل ٹھہر گیا تھا کہ اپنے اس دعوی کو یا تو نالش کے ذریعہ سے ثابت کرتا یا شہادتوں سے۔ اور یا بالآخر قسم کھا کر اپنی صفائی ظاہر کرتا۔ پھر جبکہ اسنے خوف کا اقرار کئی دفعہ رو رو کیا۔ مگر تین حملوں کا ثبوت کچھ بھی دے نہ سکا تو کیا ابتک انکی نظر میں آتھم بری الذمہ اور پاک دامن رہا۔ کیا ان کے دل قبول کرتے ہیں کہ ہماری جماعت ہتھیار باندھکر تین دفعہ آتھم کے قتل کرنیکے لیئے گئی تھی۔ کیا ان کا کانشنس اس بات کو صحیح سمجھتا ہے کہ ہمنے آتھم پر ایک تعلیم یافتہ سانپ چھوڑا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ ہرگز انکا دل یقین نہیں کرتا ہوگا۔ گو یہہ تو اُمید نہیں کہ مونہہ کی بک بک مرتے دم تک بھی چھوڑیں مگر اُن کا دل ضرور ان باتونکو جھوٹا منصوبہ سمجھے گا۔ کیونکہ اسقدر ناپاک جھوٹ خبیث سے خبیث انسان قبول نہیں کر سکتا۔ تو اب جب خوف کا اقرار موجود اور وجوہات پیش کردہ آتھم کے باطل ٹھہرے تو ایسے وقت میں تو ہمارے مخالف مولیوں کی ایمانداری کو بھی ذرہ ترازو میں رکھکر وزن کر لو کہ ایک عیسائی کے بدیہی جھوٹ کو سچے کر کے ظاہر کرنا۔ اور پادریوں کی ہاں کے ساتھ ہاں ملانا اور اسلام کا دعوی کر کے نصرانیت

کا حامی ہونا کیا یہہ نیک بختوں کا کام ہے یا اُن کا جو آخری زمانہ کے دین فروش ہیں۔
اے شریر مولویو اور اُن کے چیلو اور غزنی کے ناپاک سکھو تمہاری حالت پر افسوس اگر تم اس سے پہلے مرجاتے تو کیا اچھا ہوتا۔ مسلمانوں کو تمنے کافر بنایا! عیسائیونکو تمنے سچا ٹھہرایا اور پادریوں کی ہاں کے ساتھ ہاں ملائی۔ اور آخر ہر ایک بات میں جھوٹے اور روسیہ نکلے۔ کیا ایسا کرنا عقل یا شرافت یا ایمان کا کام تھا۔

ہم اپنے پہلے اشتہاروں میں آثار نبویہ کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں کہ یہہ فتنہ اور مکر جو عیسائیوں کا ہوا۔ یہہ مہدی موعود کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ صاف اشارہ کرتے ہیں کہ مہدی کے وقت میں مسلمانوں کا عیسائیوں کے ساتھ کچھ مناظرہ واقعہ ہوگا۔ اور پہلے تھوڑا ہوگا اور پھر اسکو طول ہوکر ایک فتنہ عظیمہ ہو جائیگا۔ اُسوقت آسمان سے یہہ آواز آئیگی کہ "حق آل مہدی میں ہے" اور شیطان سے یہہ آواز کہ حق آل عیسیٰ کے ساتھ ہے۔ یعنی عیسائی سچے ہیں۔ یہہ حدیث صاف بتلا رہی ہے کہ اُس فتنہ کے وقت جسقدر لوگ عیسائیوں کا ساتھ دینگے وہ شیطان کی ذریات ہیں اور اُنکی آواز شیطان کی آواز ہے۔ اور اس حدیث میں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ انہیں دنوں میں خسوف کسوف بھی رمضان میں ہوگا۔ چنانچہ ایک خسوف کسوف تو مباحثہ کے بعد ہوا اور ایک خسوف کسوف رمضان میں اس فتنہ کے بعد اب امریکہ میں ہوگیا۔ یہہ دو بارہ خسوف کسوف ایک قطعی علامت ظہور مہدی کی تھی جو کبھی کسی مدعی کے ساتھ جب سے کہ دنیا کی بنیاد ڈالی گئی جمع نہیں ہوا اور یہہ آسمانی آواز تھی جو مصدق مہدی موعود تھی۔

اب بٹالوی اور لدھیانوی ہندزادہ کچھ حیا اور شرم کو کام میں لاکر کہیں کہ اُنکی یہہ آوازیں جو عیسائیوں کی حمایت میں ہوئیں جنکا باطل ہونا ہمنے ظاہر کر دیا ہے یہہ سب شیطانی آوازیں ہیں یا نہیں۔ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اِن آوازوں میں اُنہوں نے سچائی کو ترک کر دیا۔ اور حرف حرف میں ظلم اور خیانت سے کام لیا اور عیسائیوں کی ہاں میں ہاں ملائی تو بلاشبہ وہ اس حدیث کا مصداق ٹھہر گئے۔ غرض اس واقعہ کی صحت کی یہہ حدیث بھی ایک گواہ ہے جو گیارہ سو برس سے کتابوں میں درج ہو چکی ہے۔

اور اسی واقعہ پر ایک اور گواہ ہے یعنی ہمارا وہ الہام جو براہین میں درج ہے جسکو قریباً سولہ برس گذر چکے ہیں۔ اور اُسکی عبارت یہہ ہے وَلَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْیَھُوْدُ وَلَا النَّصَارٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ وَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاكِرِیْنَ اَلْفِتْنَةُ ھٰھُنَا فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ۔ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ مَا كَانَ لَهٗ اَنْ یَّدْخُلَ فِیْھَا اِلَّا خَائِفًا وَمَا اَصَابَكَ فَمِنَ اللّٰہِ یعنی یہود [ان سے مراد اسجگہہ یہودی صفت علما ہیں] اور نصاریٰ جنپر ہر ایک فتنہ آخری زمانہ کا ختم ہوا ہرگز تجھسے راضی نہوں گے جبتک تو اُنہیں کے خیالات کا تابع نہ ہو۔ اِن کو کہدے کہ خدا ایک ہے اُسکی ذات اور صفات کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں نہ اس طرح پر جو عیسائی کہتے ہیں اور نہ اُس طرح پر کہ جو یہودی صفت مسلمان مسیح میں غلو کر کے کہتے ہیں نہ وہ کسیکا بیٹا نہ کوئی اُس کا بیٹا نہ اُس کا کوئی ہم کفو اور یہہ مسلمان یہودی صفت اور نیز عیسائی آیندہ تجھ سے ایک مکر کرینگے اور خدا بھی اُن سے ایک مکر کریگا۔ اور خدا کا مکر بہتر یعنی چل جانے والا ہے۔ اُس وقت اِن یہودی صفت مسلمانوں اور عیسائیوں کیطرف سے بالاتفاق ایک فتنہ ہوگا سو تو اُسوقت صبر کر جیسا کہ اولوالعزم رسول صبر کرتے رہے۔ ابولہب کے ہاتھ ہلاک ہوگئے اور وہ بھی ہلاک ہوگیا۔ اُسکو نہیں چاہیئے تھا کہ اِس فتنہ کے درمیان آتا۔ مگر ڈرتا ڈرتا ابولہب سے مُراد وہ شخص ہے جسنے فتنہ کی آگ کو مسلمانوں میں بھڑکایا۔ اور اہل اسلام کو کافر قرار دیا اور عیسائیوں کی تائید کی۔ پس چونکہ اُس کا کام آگ کا بھڑکانا اور مسلمانوں کو دہوکہ میں ڈالنا تھا اسلیئے اُسکا نام ابولہب ہوا۔ کیونکہ لَھَبْ زبانہ آتش کو کہتے ہیں اور لسان عرب میں ایک چیز کے موجد کو اُس کا باپ قرار دیدیتے ہیں۔ پس چونکہ فتنہ کی آتش کا زبانہ اُس شخص سے پیدا ہوا ہے جس کا پیشگوئی میں ذکر ہے اسیلئے وہ اُس زبانہ آتش کا باپ ہوا اور اَبُولَھَبْ کہلایا اور جہانتک میں سمجھتا ہوں اسجگہہ اَبُولَھَبْ سے مُراد شیخ محمد حسین بٹالوی ہے واللہ اعلم۔ کیونکہ اُس نے کوشش کی کہ فتنہ کو بھڑکا دے۔ اور یہہ جو فرمایا کہ اگر دخل دیتا تو چاہیئے تھا کہ ڈرتے ڈرتے دخل دیتا۔ یہہ اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی بات کسی مجدد وقت کی کسی کو

سمجھ نہ آوے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ ڈرتے ڈرتے نیک نیتی اور پاک دل کے ساتھ اس مسئلہ میں بحث کرے۔ مگر عداوت اور بدزبانی تک اُس معاملہ کو نہ پہنچاوے۔ کہ انجام اسکا سلب ایمان اور آبُو لَهَبْ کا خطاب ہے۔ اور پھر فرمایا کہ اُس فتنہ میں جو تجھے ایذا پہنچے گی وہ خدا تعالیٰ کیطرف سے ہے اور اُسکی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے۔ کیونکہ ہمیشہ ترقی مدارج ابتلا ہی سے ہوتی ہے۔ ضرور ہے کہ مومن آزمایا جاوے اور اُسکو دُکھ دیں اور طرح طرح کی باتیں اُسکے حق میں کہیں اور اُس سے ہنسی اور ٹھٹھہ ہو۔ جب تک کہ تقدیر اپنے وقت مقدر تک پہنچ جاوے۔

اب حضرات منصفین اس پیشگوئی پر بھی انصافاً نظر ڈالیں کہ یہہ قریباً سولہ (۱۶) برس سے کتاب براہین احمدیہ میں چھپ کر تمام پنجاب ہندوستان اور عرب تک شایع ہو چکی ہے کیا یہہ صاف اور صریح لفظوں میں اُس واقعہ کی خبر نہیں دیتی جسمیں عیسائیوں کے ساتھ یہودی صفت علماء نے اپنی مکر کا پیوند کیا۔ کیا یہہ پیشگوئی اس واقعہ عظیمہ کی خبر نہیں دیتی جسکی طرف حدیث نے اشارہ کیا تھا۔

پس ایک عقلمند کے لیئے آثار نبویہ اور یہہ الہام حق الیقین تک پہنچانے والا ہے اور جو شرط آتھم کے مقابلہ پر الہام میں درج کی گئی وہ خدا تعالیٰ کیطرف سے اس غرض سے تھی۔ کہ وہ دلوں کو پرکھے اور آزماوے۔ اور انسانی عقلوں کا غرور توڑے۔ اور تا وہ پیشگوئی پوری ہو جاوے جو تیرہ سو برس پہلے اِس زمانہ سے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ اور تا وہ الہام بھی پورا ہو جو اسوقت سے سولہ (۱۶) برس پہلے براہین احمدیہ میں درج اور شایع ہو چکا تھا۔

پس دانشمندوں کے لیئے یہہ خوشی کا موقعہ تھا کہ آتھم کے مقابلہ پر جو پیشگوئی کی گئی اُسکی تقریب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی بھی پوری ہوئی۔

منصفو اب پھر نظر اُٹھاؤ اور سوچو کہ جبکہ پیشگوئی میں رجوع الی الحق کی صریح شرط موجود تھی۔ اور آتھم سے وہ بدحواسی وہ سراسیمگی وہ گھبراہٹ اور خوف زدہ حالت ظہور میں آئی تھی کہ وہ اِس مواخذہ کے نیچے آگیا تھا کہ کیوں اسقدر قلق اور کرب اُسنے ظاہر کیا۔ اور اسقدر اُسکے

ہراساں ہونے کی جابجا شہرت پھیل گئی تھی کہ آخر میعاد گذرنیکے بعد خود اُسکو فکر پڑ گئی کہ مین اِس خوف اور گریہ وزاری اور جزع فزع کو کسی طرح چھپا نہیں سکتا جو مجھ سے میعاد کے اندر ظاہر ہوتا رہا - اسیلئے نہ خوشی اور ازادی سے بلکہ مجبور ہوکر اُس کو خوف کا اقرار کرنا پڑا - اور اس حد تک تو اُسنے سچ بولا کہ مجکو تین نظارے نظر آئے - مگر آگے چلکر قوم کی رعایت سے جھوٹ بول گیا کہ وہ انسانی حملے تھے - مگر وہ اس جھوٹے منصوبہ کو ثابت نکر سکا

پس اگر ہمارے مولویوں اور اخبار نویسوں میں کچھ بھی دیانت اور حمایت دینی کا جوش ہوتا تو وہ ایسی بے ثبوت تہمت پر اُسکو پکڑ لیتے اور سمجھ جاتے کہ اس مکار دنیا پرست نے یہہ جھوٹ محض اس لیئے باندہا ہے کہ تا اِس خوف کو جسکو وہ چھپا نہیں سکتا تھا اِن تاویلوں سے پوشیدہ کرلے - لیکن یہہ اندہے مولوی اور جاہل اخبار نویس تو دیوانہ درندوں کیطرح اپنے ہی گہر کے مسمار کرنیکے لیئے اُٹھ کھڑے ہوے - اگر ذرہ ہوش سنبھال کر الہام کی شرط کو دیکھتے اور ایک بافراست دل لیکر آتھم کے اُن حالات پر نظر ڈالتے جو اُسنے میعاد کے اندر ظاہر کیئے تو اُن پر کھل جاتا کہ ضرور پیشگوئی پوری ہوگئی - لیکن بدبخت انسان ہمیشہ شتاب کاری سے اپنی عاقبت خراب کرتے رہے ہیں - افسوس ان لوگوں نے نہ سوچا کہ کیا عیسائی قوم ایسی راستباز قوم ہے جسکی ہر ایک بات خواہ نخواہ تسلیم ہی کرلینی چاہیئے -

جب بقول آتھم امرتسر میں اسپر حملہ ہوا یعنی ایک تعلیم یافتہ سانپ نے اُسکو ڈس کر ہلاک کرنا چاہا اسپر آتھم کا یہہ جواب ہر کہ چونکہ عیسائی نہایت ہی نیک طینت اور بہت بازہیں سیلئے اس حملہ کی بابت میں گورنمنٹ میں شکایت نہیں کی گئی - اور نہ عدالت میں کوئی نالش ہوئی - بلکہ دیدہ و دانستہ مجرموں کو چھوڑ دیا - کیونکہ عیسائی بردباری ایسی ہی مروّت اور درگذر کو چاہتی تھی -

پھر بقول اُسکے دوسری دفعہ ہماری جماعت کے بعض لوگوں نے بمقام لودیانہ نیزوں کے ساتھ اُسپر حملہ کیا - مگر بقول اُسکے اب بھی اُسکی صاف دلی جو پولس رسول سے بطور وراثت چلی آتی ہے انتقام لینے اور مجرموں کے پکڑنیسے مانع ہوئی اس لیئے اس مرتبہ بھی اُسنے اپنے خونی دشمنوں کو عمداً چھوڑ دیا اور کہا کہ چلو ان سے تو ہوا مگر ہم سے نہ ہو - لیکن بدذات

دشمنوں نے پھر بھی پیچھا نہ چھوڑا اور اُس بوڑھے نیک بخت محسن کی اتنی بڑی نیکی کا ذرہ بھی پاس نکیا بلکہ جب یہہ فیروز پور چھاونی میں گیا تو وہاں بھی سایہ کی طرح اسکے پیچھے پیچھے پہونچ گئے اور جان ستانی کے لیئے تلواروں کے ساتھ احاطہ کوٹھی میں جا موجود ہوئے - مگر چونکہ وہ بوڑھا نہایت ہی پاک دل کم آزار اور پوری تصویر یونس سول کی اپنے اندر رکھتا تھا اسلیئے اُسنے انکی دفعہ بھی نہ پکڑا! اور نہ پولس کے لوگونکو پکڑنے دیا - اور کہا کہ میں مسلمانوں کیطرح نہیں میں بدی کے عوض میں ہرگز بدی نکروں گا - اور وہ اوباش بھی کیسے خوش قسمت کہ اس مجرمانہ حالت میں کسی بازاری آدمی اور رہگذر نے بھی انکو آتے جاتے ہتھیاروں کے ساتھ نہ دیکھا - اور آتھم صاحب وہ عالی حوصلہ کہ یہہ تو برکنار کہ گورنمنٹ میں اُن خونی دشمنوں کی اطلاع دیتے یا عدالت فوجداری میں باضابطہ نالش کرکے اس عاجز کا مچلکہ لکھواتے اُنہوں نے تو میعاد پیشگوئی میں اخباروں میں بھی یہہ مضمون نہیں چھپوایا کہ شاید یہہ بھی گناہ میں داخل ہو -

اے حضرات مولویو اور اخبار نویسو کیا آپ کا یہہ گمان ہے کہ یہہ مرتدین متنصرین کا فرقہ ایسا ہی نیک بخت ہی اور ایسے ہی دیانت دار ہیں کہ کبھی جھوٹ مونہہ سے نہیں نکلتا - اور نہیں جانتے کہ مکر اور منصوبہ بازی کیا شے ہے - اور چھل - فریب اور جعل کسکو کہتے ہیں - مگر میں جانتا ہوں کہ تمام دیانتیں شعبہ ایمان ہیں جن لوگوں نے پیسہ پیسہ کے لیے یا عورتوں کی خواہش سے اپنا دین بیچ ڈالا - اور اسلام سے باہر نکلکر راستبازی کے چشمہ کی توہین کی ہے انکو نیک سمجھنا نہایت پلید طبع انسان کا کام ہے

اے پیارے دوستو! آپ لوگ اس قوم کو اس قوم کی جعلسازیوں کو خوب جانتے ہو کہ کہاں تک ان لوگونکو جھوٹ کی بندشوں میں کمال ہے - پورٹ صاحب اپنی کتاب موٴید الاسلام میں پادریوں کی مکاریاں نمونہ کے طور پر لکھتے ہیں - کہ ایک بزرگ پادری نے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح میں ایک کتاب لکھی اور اُسمیں ایک موقع پر بیان کیا کہ گویا نعوذ باللہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کبوتر ہلا یا ہوا تھا کہ وہ انجناب کے کانوں پر آکر اپنا مونہہ رکھدیتا تھا - اور یہہ حرکت اسلیئے سکھلائی گئی تا لوگ سمجھیں کہ یہہ روح القدس ہے کہ وحی پہنچاتا اور خدا تعالیٰ کا پیغام لاتا ہے - مگر جب اُس پادری کو لوگوں نے سخت پکڑا کہ یہہ قصہ

تو نے کہاں سے نقل کیا ہے تو اُس نے صاف اقرار کر دیا کہ مینے عمداً جھوٹ بنایا ہے
معلوم ہوتا ہے کہ اس شریر پادری کو اس کبوتر کی نسبت شک ہوگا جو انجیل میں بیان کیا گیا ہے
جو تمام عمر میں صرف ایکدفعہ حضرت مسیح پر نازل ہوا تھا - اور پھر کبھی مونہہ نہ دکھلایا - اور کہتے ہیں
کہ در اصل وہ کبوتر نہیں تھا بلکہ روح القدس تھا - خیر اس جھگڑے سے تو ہمیں کچھ علاقہ نہیں
صرف یہہ دکھلانا منظور ہے کہ اس بدطینت پادری نے یہہ افترا اسی انجیلی قصہ کے تصور سے
تراش لیا تھا اگر ایسا خیال حضرت عیسیٰ کی نسبت اُسکو پیدا ہوتا تو کچھ بیجا نتھا - کیونکہ حضرت عیسیٰ کی
نسبت ایسا بیہودہ قصہ انجیلوں میں موجود ہے - جس کا کوئی ثبوت ابتک کسی عیسائی نے نہیں
دیا - اور نہ وہ کبوتر محفوظ رکھا - اور پادری صاحبوں کی جعلسازیاں صرف اسی پر بس نہیں - بلکہ یہہ
وہی حضرات ہیں جنہوں نے کئی جعلی انجیلیں بنا ڈالیں - اور خداتعالیٰ پر بھی افترا کرنے سے نڈر ہیں
ابھی حال میں ایک نئی انجیل کسی بزرگ عیسائی نے تبت کے ملک سے برآمد کی ہے جسکی
بہت جوش سے خریداری ہو رہی ہے - اور اُن میں سے ایک بڑے مقدس کا یہہ قول ہے
کہ دین کی ترقی اور حمایت کے لیئے جھوٹ بولنا نہ صرف جائز بلکہ ذریعہ نجات ہے - اس قوم کا جھوٹ
سے پیار کرنا اپریل فول کی رسم سے بھی ثابت ہوتا ہے - ان لوگوں کا خیال ہے کہ اگر اپریل
کی تحریروں اور اخباروں میں خلاف واقعہ باتیں اور خلاف قیاس امور شایع کئے جائیں تو کچھ
مضایقہ نہیں - اس سے یقین ہوتا ہے کہ غالباً بہت سا حصہ انجیل کا اپریل میں ہی لکھا گیا
ہے - اور یقیناً تثلیث کے مسلہ کی جڑ بھی یہی مہینہ ہے جسمیں بیدھڑک جھوٹ بولا جاتا
اور خلاف قیاس باتیں شایع کی جاتی ہیں - غرض ان لوگوں کے نزدیک کسی ضرورت
کیوقت جھوٹ کا استعمال کرنا کچھ کراہت کی بات نہیں - جب دیکھتے ہیں کہ کوئی پردہ دری ہونے لگی
تو فی الفور جھوٹ سے کام لیتے ہیں -

عبد المسیح اور عبد اللہ ہاشمی کا کیسا جھوٹا قصہ بنالیا - کیا ہارون
اور مامون کے وقت میں پروٹسٹنٹ کا نام و نشان بھی تھا جسکی تائید میں دو فرضی شخصوں کا
عربی زبان میں مباحثہ لکھا گیا - پس جو لوگ کلونکی ایجاد کیطرح آئے دن نئے نئے جھوٹ بھی ایجاد
کرتے رہتے ہیں - وہ کسی پیچ میں پھنس کر کیوں جھوٹ نہیں بولینگے - یہہ ایک ثابت شدہ

امر ہے کہ ناحق جھوٹ بول دینا انہیں لوگوں کا خاصہ ہے - دیکھو نور افشان ۲۵ جنوری ۱۸۹۵ء
کے پرچہ میں بیچارہ اکبر مسیح کو عناد مذہبی کی وجہ سے زندہ درگور کر دیا - چنانچہ مذکورہ پرچہ میں
چھپ گیا کہ اکبر مسیح تثلیث کا دشمن ریل کے صدمہ سے جاں بحق ہوا - اور مرتے وقت
وہ ایک پادری صاحب کی ہدایت سے تائب ہوا - اور حضرت مسیح کی خدائی کا قائل ہوکر
مرا - اور اپنی مخالفانہ کتابیں جلا دیں - اور توبہ کر کے بہت رویا - اور قائل ہوا کہ اب میں سمجھا کہ
درحقیقت حضرت مسیح خدا ہی ہیں - !!! حالانکہ نہ اسکو کوئی ریل کا صدمہ پہنچا اور نہ وہ مرا نہ توبہ
کی نہ کتابیں جلائیں نہ حضرت مسیح کی خدائی کا قائل ہوا بلکہ زندہ موجود اور ابتک تثلیث کا
دشمن ہے - ناحق ایک بدذات عیسائی نے اُس بیچارہ کے عیال اور دوستوں کو مصیبت
میں ڈالا - افسوس کہ ہمارے بخیل طبع مولویوں کو یہہ خیال نہ آیا - کہ یہہ آتھم بھی اسی دروغ باف
قوم میں سے ہے اور یہہ وہی ناپاک طبع ہے جسنے پہلے اِس سے ہمارے سید و مولی
محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ اپنی کتاب میں دجال کے نام سے موسوم کیا -
لعنت اللہ علی قائلہ الی یوم القیامہ پھر اُسکے بے ثبوت ہذیان کو باور کرنیوالا
بھی دجال سے کم نہیں - کیا عقلاً اور انصافاً اُسپر یہہ الزام قائم نہیں ہوا - کہ وہ میعاد پیشگوئی
میں اپنے ڈرنے کا اقرار کر کے پھر ان بیہودہ جعلسازیوں کا ثبوت نہیں دیسکا کہ وہ پیشگوئی
کی عظمت سے نہیں بلکہ سانپ وغیرہ حملوں کی وجہ سے ڈرتا رہا - وہ اِن باتوں کو بذریعہ نالش
ثابت نکر سکا - جو ڈر کی بُنیاد اُنہوں نے قائم کی تھی یعنی تین حملے - اور اسنے یہہ بھی نہ چاہا کہ
قسم کھاکر اپنی صفائی کرے - اور جب اس بات پر زور دیا گیا کہ ایسے عذرات کے پیش
ہونے پر کیوں نہ یہہ سمجھا جاے - کہ یہہ تین حملوں کا منصوبہ محض اس غرض سے گھڑا گیا ہے کہ تا اُس
خوف اور جزع فزع کی کچھ پردہ پوشی کیجاے جس سے آتھم خواب سے بھی چیخیں مار کر اُٹھتا رہا ہے
اور امرتسر کے مقام میں بھی بیماری کی شدت میں اُسنے ایک چیخ ماری اور کہا کہ ہاے
میں پکڑا گیا - تو اِن باتوں کا کوئی جواب اُسنے صفائی سے نہیں دیا - آخر اسی وجہ سے
قسم کی ضرورت پیش آئی - مگر اُسنے ایک جھوٹے عذر سے قسم کو بھی ٹال دیا - ہمارے مولویوں
اور اخبار نویسوں میں اگر حق کی تائید کا کچھ مادہ ہوتا تو وہ اُسی وقت دین کی تائید میں نتیجہ نکال لیتے

جبکہ آتھم نے اپنے ڈرتے رہنے کی یہہ وجہ بیان کی تھی کہ میرے پر تین حملے ہوئے اور اگر اسپر تسلی نہ پکڑ سکتے تو آتھم کو قسم پر مجبور کرتے۔ کیونکہ جب آتھم اپنے قول و فعل سے خوف شدید کا قائل ہو چکا تھا تو یہہ مطالبہ قانوناً و شرعاً اُس سے واجب تھا۔ کہ کیوں یہہ یقین نہ کیا جاوے۔ کہ وہ تمام خوف پیشگوئی کیوجہ سے تھا خاص کر جبکہ وہ وجوہ خوف جو بیان کئے گئے بالکل جھوٹے اور نکمے اور بدبودار اور بناوٹی ثابت ہوئے۔ اور یہہ اُسکی نہایت ہی رعایت کی گئی تھی کہ باوجودیکہ اُسکی دروغ گوئی پر قرائن قویہ قائم ہو چکے تھے اور نامعقول عذروں سے جرم بپایہ ثبوت پُہنچ گیا تھا پھر بھی ہمنے اُس سے قسم کا مطالبہ کر کے وعدہ کیا کہ ہم اُسکو قسم کے بدنتائج نہ پیدا ہونے پر راست باز سمجھ لینگے اور نہ صرف یہی بلکہ بار ہزار روپیہ نقد دینگے مگر وہ پھر بھی بھاگ گیا اور قسم نہ کھائی۔ مسلمانوں کو چاہیئے تھا کہ اُسکے ایسے کھلے کھلے گریز پر فتح کا نقارہ بجاتے نہ کہ عیسائیوں کے ساتھ ہاں میں ہاں ملاتے۔ لیکن جب تک انسان بخل سے خالی نہ ہو تب تک حقیقت میں اندھا ہوتا ہے۔

اور عیسائیوں کی حالت پر نہایت تعجب ہو کہ اس پیشگوئی پر جو ایسی صفائی سے اپنی شرط کے پہلو پر پوری ہوگئی اُنہوں نے محض شرارت سے وہ شور اور شر کیا۔ اور وہ توہین اور گندی گالیاں دیں اور کوچوں بازاروں میں شیطانی بہروپ دکھلائے جو اپنی ساری فطرت کے پردے کھول دیئے۔ حالانکہ پیشگوئی میں ایک صاف شرط موجود تھی۔ اور قراین قویہ کی رو سے وہ شرط پوری ہو چکی تھی۔ اور ہر ایک بات میں قابل الزام آتھم تھا اور اُسکی گفتار سے اُسکا مکار اور جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا تھا۔ افسوس کہ اُنہوں نے اِس روشن پیشگوئی سے تو انکار کیا۔ مگر اُن کو حضرت مسیح کی وہ پیشگوئیاں یاد نہ رہیں جو اپنے ظاہری معنوں میں پوری نہوئیں۔ بلکہ اُن کا خلاف واقعہ ہونا ایسے طور سے کھلا کہ کوئی تاویل بھی وہاں پیش نہیں جا سکتی۔ دیکھو حضرت مسیح کا کس زور سے دعویٰ تھا کہ اس زمانہ کے بعض لوگ ابھی زندہ ہونگے کہ میں پھر آجاؤنگا۔ لیکن وہ سب مر گئے اور اُسپر اٹھارہ سو برس اَور بھی گذر گئے اور وہ جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے اب تک نہ آسکے !!! پھر اس سے عجیب تر یہہ کہ پہلی کتابوں میں حضرت مسیح کی نسبت یہہ پیشگوئی درج تھی کہ "ضرور ہے کہ پہلے اُس سے ایلیا آوے

یعنی وہ نبی ایلیا نام جو اس جہاں سے مدت پہلے گذر چکا تھا۔ لیکن ایلیا نہ آیا۔ اور یہودیوں نے حضرت مسیح کو الزام دیا کہ ایلیا تو ابھی آسمان سے اُترا ہی نہیں آپ کیونکر نبی ہو سکتے ہیں۔ اس کا جواب حضرت مسیح کچھ بھی نہیں دے سکے بجز اسکے کہ یحییٰ ذکریا کا بیٹا ہی ایلیا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہہ جواب تو ایک تاویل ہے جو پیشگوئی کے ظاہر الفاظ سے بالکل مخالف پڑی ہے۔ اگر ایسی ہی تاویل سے کوئی پیشگوئی پوری ہو سکتی تھی تو ہر ایک شخص ایسی تاویل کر سکتا تھا۔ اور تعجب تو یہہ کہ حضرت یحییٰ کو ایلیا ہونیسے انکار ہے۔ اب اس انکار سے وہ تاویل بھی بیہودہ ہو گئی۔ اور جبکہ تمام مدار حضرت مسیح کے سچا نبی ہونے کا اسی پیشگوئی کے پورا ہونے پر تھا اور یہہ پوری نہ ہوئی تو حضرات پادری صاحبان تو حضرت مسیح کی خدائی کو روتے ہیں اور یہاں نبوت بھی ہاتھ سے گئی۔ بلکہ کاذب اور مفتری ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ ایلیا کی آنے سے جو شخص پہلے مسیح ہونے کا دعویٰ کرے وہ دعویٰ اُسکا صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ یہودی ابتک یہی حجت پیش کرتے ہیں اور ظواہر نص کتاب اللہ یہودیوں کے ساتھ ہیں اُنکی یہہ حجت ہے کہ اگر ایلیا سے کوئی اور شخص مراد ہوتا تو خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو دھوکہ نہ دیتا بلکہ صاف لفظوں سے کہدیتا کہ ایلیا تو آسمان سے دوبارہ نہیں اتریگا۔ بلکہ اُسکی جگہہ یحییٰ ذکریا کا بیٹا پیدا ہوگا۔ اُسکو ایلیا سمجھ لینا۔ یہہ پیشگوئی عیسائی مذہب کو نہایت اضطراب میں ڈالتی ہے۔ اگر قرآن حضرت مسیح کی نبوت کا مصدق ہوکر حضرت ابن مریم کو نبیوں میں داخل نہ کرتا تو کیا کوئی عقلمند قبول کر سکتا تھا کہ عیسیٰ بھی درحقیقت نبی ہے! کیونکہ کھلی کھلی نص کتاب اللہ کی یہودیوں کے ہاتھ میں ہے جس سے حضرت مسیح کسی طرح سچے نہیں ٹھہر سکتے۔

بعض مسلمان جہالت سے کہتے ہیں کہ شاید وہ پیشگوئی محرف ہو گئی ہوگی۔ مگر ایسا خیال کرنے والے سخت احمق ہیں۔ تحریف تو بیشک بعض مقامات بائبل میں ہوئی ہے مگر جس مقام کو خود حضرت مسیح نے غیر محرف ٹھہرا دیا ہے وہ مقام بلاشبہ حضرت مسیح اور یہود کے اتفاق سے تحریف کے الزام سے پاک ہے۔ اور قرآن کریم اور حدیث میں اس قصہ کا کچھہ ذکر ہی نہیں۔ تاہم یہہ کہہ سکیں کہ یہہ قصہ احادیث اور قرآن کریم کے مخالف پڑا ہے۔ پس ہم بہرحال اس قصہ کی تکذیب کے مجاز نہیں ہیں۔ اتنا کہنا ہمیں ضروری ہے۔ کہ گو نص کتاب اللہ

کے ظاہر الفاظ یہودیوں کے عذر کے موید ہیں - اور اگر ظاہر پر فیصلہ کریں تو بیشک حضرت مسیح کی نبوت ثابت نہیں ہو سکتی - بلکہ کذب اور افترا ثابت ہوتا ہے - اور کذب بھی ایسا کذب کہ جسکو ایلیا قرار دیا گیا وہ خود ایلیا ہونا منظور نہیں کرتا - اور مدعی سست اور گواہ چست کا معاملہ نظر آتا ہے - مگر چونکہ قران کریم نے حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق کر دی ہے اسلئے ہم بہر حال **حضرت مسیح** کو **سچا نبی** کہتے اور مانتے ہیں اور انکی نبوت سے انکار کرنا **کفر** صریح قرار دیتے ہیں -

اور ایلیا کے قصہ میں یہودیوں کی یہہ حجت کہ اگر یہی شخص درحقیقت مسیح موعود تھا تو ایلیا کے دوبارہ آنیکی پیشگوئی میں خدا تعالی نے اپنے بندوں کو کیوں دھوکہ دیا - اس طرح پیشگوئی کے الفاظ کیوں نہ لکھے کہ ضرور ہے کہ مسیح سے پہلے یحیی بن ذکریا آوے - اور جبکہ نص کتاب اللہ کے ظاہر الفاظ پر ایمان لانا ضروری ہے تو ایسے موقعہ پر تاویلیں کرنا کفر ہے - یہہ وہ حجت ہے جو ابتک یہودی لوگ انکار نبوت مسیح میں پیش کرتے ہیں -

لیکن اب ہم قرانی معارف سے قوت پاکر کہہ سکتے ہیں کہ جبکہ مسیح کی نبوت قرآن کے نزول سے بپایہ صداقت پہنچ گئی ہے تو گو ظاہر الفاظ پیشگوئی کے کیسے ہی ان کے مخالف پڑے ہوں تب بھی ہمیں انکی تاویل کر لینی چاہیئے - چونکہ پیشگوئیوں میں اکثر استعارات بھی ہوتے ہیں جنسے خلق اللہ کا ابتلا منظور ہوتا ہے تو کیوں ایلیا کی پیشگوئی کو بھی استعارات کی قبیل سے نہ سمجھا جاوے - یہودی لوگ خدا تعالی کی ان سنتوں سے اچھی طرح واقفیت نہیں رکھتے تھے - کہ کبھی الہی پیشگوئیوں میں اسطور کے استعارات بھی واقع ہو جاتے ہیں کہ نام کسی کا لیا جاتا ہے اور قراین کی رو سے مراد کوئی اور ہوتا ہے - لیکن قرآن کریم نے اس امت پر احسان کیا کہ یہہ تمام معارف اور سنن اللہ سمجھا دیئے - بلکہ ان طریقوں کو کئی مواضع میں آپ اختیار کر کے بخوبی تفہیم کر دی - دیکھو کیونکر اپنے زمانہ کے یہودیوں کو ملزم کیا کہ تمنے موسے کی نافرمانی کی - ھارون کا مقابلہ کیا - حالانکہ اس جرم کی مجرم وہ تو نہیں تھے - بلکہ اُن کے باپ دادے تھے - اور بخوبی بار بار سمجھا دیا کہ کوئی شخص دوبارہ دنیا میں نہیں آیا کرتا - مگر یہہ سمجھ یہودیوں کو نہیں دیگئی تھی اور توریت کے طرز و طریق نے انکو قیامت کی نسبت بھی شک و شبہ میں رکھا تھا - اور قرآن شریف کی طرح نصوص صریحہ توریت

سے اُنہیں نہیں کھُلا تھا کہ کوئی شخص اس جہان سے گزر کر پھر اس دُنیا میں آباد ہونیکے لیۓ نہیں آسکتا اسلیئے وہ اس گرداب میں پڑے اور اُن کا اِس بات پر زور دینا سراسر حماقت تھا کہ سچ مچ حضرت ایلیا علیہ السلام دوبارہ آسمان پر سے مسیح موعود سے پہلے تشریف لے آئینگے۔ اور اُن کے پاس اسطرح دوبارہ آجانیکی کوئی نظیر بھی نہیں تھی۔ ہاں آجکل کے ظاہری ہم ملاؤں کیطرح صرف الفاظ پر زور تھا۔ اور ایک نادان کی نظر میں بظاہر یہودیوں کی حجت ایلیا کی دوبارہ آنیکی پیشگوئی میں قوی معلوم ہوتی تھی۔ اور حضرت عیسیٰ کی تاویل کچھ رکیک اور بودی سی پائی جاتی تھی۔ کیونکہ ظاہر نص یہودیوں کا مؤید تھا۔ لیکن اس سنت اللہ پر نظر ڈالنے کے بعد جو قرآن کریم سے مفصل معلوم ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دُنیا میں کسی کے دوبارہ آنے اور دنیا میں دوبارہ آباد ہونے کے بارے میں یہ کتاب کریم صاف فیصلہ کرتی ہے کہ ایسا ہونا سنت اللہ کے خلاف ہے۔

پس جبکہ دوبارہ آنا دُنیا میں ممتنع ہوا تو پھر حضرت ایلیا علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور یہودیوں کے دلوں کو مسیح موعود سے پہلے آکر درست کرنا بدیہی البطلان ہوا۔ ہاں یہ مسئلہ بغیر قرآن کریم پر ایمان لانیکے سمجھ میں نہیں آتا۔ اور اگر توریت پر ہی حصر رکھا جاسے تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ مسیح ہرگز نبی صادق نہیں تھا!!! ایک مصیبت تو مسیح کے بارے میں یہی پیش آئی تھی۔ دوسرے ظالم عیسائیوں نے اپنے ہاتھوں سے مسیح کو توریت استثنا باب کا مصداق ٹھہرا کر سچے نبیوں کے طریق اور شان سے بکلی بے نصیب اور محروم کر دیا۔

اور یاد رہے کہ نظر عمیق کے بعد حضرت مسیح کی تاویل یہودیوں کے تمسک بالظاہر پر غالب ہے۔ گو ایک جلد باز اور دہوکہ کھانے والا حضرت مسیح کی تاویل پر ٹھٹھا اور ہنسی کریگا کہ اپنی نبوت کے ثابت کرنیکے لیئے تاویلات رکیکہ سے کام لیا ہے۔ لیکن جو شخص قرآن کا علم رکھتا ہے۔ اور سنت اللہ کے سلسلہ پر اسکو نظر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ جتنی وعدہ خدا تعالیٰ کا یہی ہے کہ اِس جہان سے گزرنے والے پھر آسمان سے نہیں اترا کرتے وہ نہ صرف حضرت مسیح کی تاویل کو قبول کریگا بلکہ اُس تاویل سے لذت بھی اُٹھائیگا۔ کیونکہ وہ تاویل عہد قدیم کے مطابق ہے۔ اگرچہ نابکار یہودی ابتک یہی روتے ہیں کہ مسیح نے اپنی جھوٹی

نبوت کو لوگوں میں جمانے کے لئے پاک کتابوں کی ظاہر نص کو چھوڑ دیا ہے - اور جب ان سے کبھی گفتگو کا اتفاق پڑے تو یہی دہوکہ دینے والا عذر پیش کرتے ہیں اور ایک ناواقف آدمی جب اُن کے اس عذر کو سنیگا تو ضرور وہ حضرت مسیح کی نبوت کی نسبت کچھ متذبذب ہو جائیگا اور قریب ہے جو انکو فریبی اور جھوٹا کہکر اپنے تئیں ہلاک کرے - اور غالباً یہہ اعتراض حال کے ملحدوں نے یہودیوں سے ہی لیا ہے - کہ جس حالت میں یہہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح مُردے زندہ کرتے تھے - بلکہ ایکدفعہ تو تمام مُردے اور تمام مقدس نبی زندہ ہوکر شہر میں آبھی گئے تھے تو وہ ایلیا علیہ السلام جنکے دوبارہ آنیکی وجہ سے حضرت مسیح نے ناچار ہوکر تاویلات رکیکہ سے کام لیا - کیوں انکو اپنی تصدیق نبوت کیلئے یہودیوں کو دکہلاکر اس جھگڑے کو طے نہ کرلیا - اور کیوں تاویلات رکیکہ کی مصیبت میں پڑے - جو شخص اپنے اقتدار سے مُردہ کو آپ زندہ کرسکتا تھا چاہیئے تھا کہ پیشگوئی کی علامت پوری کرنیکے لیئے زندہ کرتا یا آسمان سے ہی اُتارا ہوتا - خدائی کے کام تو کُن فیکون سے چلتے ہیں مگر اس خدا کو کیا پیش آیا - کہ شریر یہودی اُسپر غالب ہوگئے اور اُنکی حجت کو توڑ نہ سکا اور ظاہر نص کو چھوڑکر کیوں ایک تاویل سے جہان کو تباہی اور فتنہ میں ڈالدیا - تاکسی طرح مسیح موعود بن جاوے - جس شخص کے ہاتھ میں زندہ کرنا ہو بلکہ اسکا معجزہ ہی احیاء موتی ہو - اُسپر کیا مشکل تھا کہ فی الفور ایلیا نبی کو زندہ کرکے یا آسمان سے اوتار کر یہودیوں پر ظاہر الفاظ نص کے موافق اپنی حجت پوری کردیتا - مگر ایسے اعتراض وہی کریگا جو اپنی جہالت سے دنیا میں دوبارہ مُردوں کے آنیکا قایل ہوگا -

ہمارے اسوقت کی نام کے مولوی جو رجماً بالغیب کہتے ہیں جو شاید ایلیا نبی کے دوبارہ آنیکا قصہ محرّف ہو یہہ سراسر انکی خیانت ہے - جس قصہ کی حضرت عیسیٰ نے تصدیق کی - اور تمام یہودیوں کا اُسپر اتفاق ہے وہ کیونکر محرف ہوسکتا ہے - اور پھر بطریق تنزل ہم کہتے ہیں کہ اللہ اور رسول نے اسکی تحریف کی ہمکو خبر نہیں دی - لہذا ہم بموجب حدیث صحیح کے تکذیب کرنیکے مجاز نہیں ہیں اگر لا تصدّقوا پر نظر ہے تو لا تکذبوا بھی ساتھ یاد رکھو - لیکن اس قصہ میں تو ہمارے مولویوں کو یہہ ڈر ہے کہ شرع ہوا کہ اگر حضرت عیسیٰ کی اس تاویل کو تسلیم کرلیں اور قصہ کو صحیح سمجھیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنیسے بھی ہاتھ دہو لینا چاہیئے - جب ایک مرتبہ فیصلہ ہو چکا تو وہی مقدمہ پھر اُٹھانا یہودی بن جانا ہے - مومن وہ ہوتا ہے جو دوسرے کے حال سے عبرت پکڑلے - اگر نزول کا لفظ احادیث میں موجود ہے تو موت عیسیٰ اسکے

الفاظ قرآن اور حدیث دونوں میں موجود ہیں اور توفّی کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے بجز مار دینے کے اور ثابت نہیں ہوئی۔ پس جب اصل مسئلہ کی حقیقت یہہ کھلی تو نزول اسکی فرع ہے اُسکے وہی معنی کرنے چاہئیں جو اصل کے مطابق ہوں۔ اگر تمام دنیا کے مولوی متفق ہو کر آیت یا عیسٰی انّی متوفیک۔ اور آیت فلما توفیتنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی سے بجز مار دینے کے کوئی اور معنے ثابت کرنے چاہیں تو اُن کے لئے ہرگز ممکن نہیں اگرچہ اس غم میں مر جائیں اسی وجہ سے امام ابن حزم اور امام مالک اور امام بخاری اور دوسرے بڑے بڑے اکابر کا یہی مذہب ہے۔ کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں۔ افسوس کہ جاہل مولویوں نے ناحق شور مچایا۔ اور آخر حضرت عیسیٰ کی موت ثابت ہی ہوئی جسکے ثبوت سے وہ ایسے نادم ہوئے کہ بس مر گئے وحی اللہ پر کم توجہ رکھنے سے یہہ تمام مصیبتیں اُنپر پڑیں۔ مولویوں نے یہہ بھی نہ سوچا کہ خدا تعالیٰ نے آج سے سولہ برس پہلے الہام مندرجہ براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام عیسیٰ رکھا ہے کیا انسان اتنا لمبا منصوبہ کر سکتا ہے کہ جو افترا سولہ برس کے بعد کرنا تھا اُسکی تمہید اتنی مدت پہلے ہی جا دی اور خدا نے بھی اسقدر لمبی مہلت دیدی جسکی دنیا میں جب سے دنیا شروع ہوئی کوئی نظیر نہیں پائی جاتی والسلام علی من اتبع الہدیٰ

وحی حق پُر از اشارات خداست — گر نفہمد جاہلے کج دل رواست
چشمۂ فیض است وحی ایزدی — لیکن آن فہمد کہ باشد مہتدی
وحی قرآن رازہا دارد بسے — نسبتے باید کہ تا فہمد کسے
واجب آمد نسبت اندر دین نخست — کار بے نسبت نمے آید درست
آن سعیدے کش ابوبکر است نام — نسبتے میداشت با خیر الانام
زین نشد محتاج تفتیش دراز — جان او بشناخت روئے پاک باز
ہست فرقے در نظرہا ای سعید — آنچہ ہاروں دید آن قاروں ندید
بود ہاروں پاک وایں کرمے پلید — کے بماند بایزیدے بایزید
گر نباشد نسبتے در جائے گاہ — ظلمتے در ہر قدم گیرد براہ
آن یکے را مہ عیاں پیش نظر — دیگرے را ابر کردہ کور وکر
آن نشستہ با نگارِ دلربا — این زکوری ہا در انکار و ابا
مہ نمے آید نظر در وقت ابر — ہمچنیں صدیق در چشمان گبر
اے برادر از تأمل کن تلاش — ہان مرو چوں تو سنے آہستہ باش
اے پئے تکفیر یا بستہ کمر — خانہ ات ویراں تو در فکر دگر
صد ہزاراں کفر در جانت نہان — رو چہ نالی بہر کفر دیگراں
خیز واول خویشتن را کن درست — نکتہ چیں را چشم می باید نخست
لعنتی گر لعنتے برما کند — او نہ برما خویش را رسوا کند
لعنت اہل جفا آسان بود — لعنت آن باشد کہ از رحماں بود

ضیاء الحق

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

رسالہ ضیاء الحق کی نسبت ہمارا یہہ ارادہ تہا کہ منن الرحمٰن کے ساتھ اسکو شایع کرین اور اُسی کے حصّوں میں سے ایک حصہ اسکو ٹہراوین لیکن بالفعل ہمنے رسالہ مذکورہ کے چند کاپیوں کا شایع کرنا اِسلئے مناسب سمجہا کہ بعض ناواقف اور متعصب ایتک اِس غلط فہمی مین مبتلا ہین کہ گویا وہ پیشگوئی جو آتہم کی نسبت کیگئی تہی وہ غلط نکلی سو جسقدر ضیاء الحق کی کاپیان اب ہم اپنے ہاتھ سے روانہ کرتے ہین اسکے سوا کسی کی درخواست پر ہرگز یہہ رسالہ روانہ نہین ہوگا مگر اُس صورت مین کہ درخواست کنندہ **منن الرحمٰن** کی خریداری کی درخواست کرے کیونکہ یہ رسالہ اُسی کتاب کا ایک حصّہ کیا گیا ہے اور کتاب منن الرحمٰن انشاء اللہ تعالیٰ دسمبر ۱۸۹۵ء تک چھپ جائیگی تب اُسکے نکلنے کیوقت یہ رسالہ بہی ایک حصہ اُسکا متصور ہوکر شایع کیا جائیگا بالفعل ہم چند نسخے جو پچاس سے زیادہ نہین محض اس غرض سے شایع کرتے ہین کہ تا آتہم کے مقدمہ مین اُن لوگون کو جو کہتے ہین پیشگوئی پوری نہین ہوئی جلد تر اس غلط فہمی کے گڑھے سے نکالین کیونکہ ہمارے اندہے مخالف ابتک اُس سچائی کو دیکھ نہین سکے جو پیشگوئی مین چمک رہی ہے چنانچہ چند روز ہوئے ہین کہ ہمنے نورافشان ۱۳ ستمبر ۱۸۹۵ء مین پرچہ بہارت سدہار ۲۴ - اگست ۱۸۹۵ء کا ایک مضمون پڑہا ہے جسمین صاحب پرچہ یہ لکہتا ہے کہ ایک سال اور بہی گذر گیا اور عبداللہ آتہم ابتک زندہ موجود ہین فقط جو لوگ

ایسے خیالات شایع کرتے ہیں اُنکی حالت دو صورتوں سے خالی نہیں
ایک تو یہ کہ شاید ابتک اونہوں نے ہمارے رسالہ **انوار الاسلام** کو بھی نہیں
دیکھا جسمیں ان تمام وساوس کا جواب مفصل موجود ہے اور **دوسری** یہ کہ گو انہوں نے
رسالہ انوار الاسلام کو دیکھا ہو بلکہ دوسرے تمام اشتہاروں کو بھی دیکھ لیا ہو مگر وہ تعصب
جو آنکھوں کو اندھا کر دیتا اور دل کو تاریک کر دیتا ہے اس نے دیکھا ہوا بھی اَن دیکھا کر دیا
ہائے افسوس اِن لوگوں کی عقل پر انہوں نے تو انسان بنکر انسانیت کو بھی داغ لگایا
بھلا اِن سے کوئی پوچھے کہ ہمنے کب اور کس وقت کہا تہا کہ اگر عبداللہ آتہم ہماری درخواست پر
ہمارے سامنے وہ قسم نہیں کہائیگا جسکے الفاظ بارہا ہمنے اپنے اشتہاروں میں شائع کئے ہیں
تب بھی وہ ضرور ایکسال تک مر جائیگا اور جبکہ ہمنے ایسا اشتہار کوئی شائع نہیں کیا
بلکہ اُسکا سال کے اندر فوت ہو جانا قسم کے ساتہہ مشروط رکہا تہا پس اس صورت میں تو اُسکے
ایک سال تک نہ مرنیکی وجہ سے ہماری ہی سچائی ثابت ہوئی کیونکہ اُس نے اپنی اس گریز سے
جو رجوع الی الحق پر ایک واضح دلیل تہی کہلا کہلا فائدہ اُٹھا لیا یہ الزام تو اُس وقت زیبا تہا
کہ وہ ہمارے مقابل پر میدان میں آکر اُس قسم کو بالفاظہ کہا لیتا جو ہمنے پیش کی تہی اور پہر
سال کے اندر فوت نہ ہوتا ہمنے تو چار ہزار روپیہ پیش کرکے صاف صاف یہ کہدیا تہا کہ آتہم
صاحب شرطی روپیہ پہلے جمع کرالیں اور جلسہ عام میں تین مرتبہ یہ قسم کہادیں کہ **پیشگوئی
کے دنوں میں ہرگز مینے اسلام کیطرف رجوع نہیں کیا اور ہرگز اسلام
کی عظمت میرے دل پر موثر نہیں ہوئی اور اگر میں جہوٹھ کہتا ہوں
تو اے قادر خدا ایکسال تک مجہہ کو موت دیکر میرا جہوٹھ لوگوں پر
ظاہر کر** - یہ مضمون تہا جو ہمنے نہ ایک مرتبہ بلکہ کئی مرتبہ شایع کیا اور ہمنے ایک ہزار سے چار ہزار
تک انعام کی نوبت پہنچائی اور کئی دفعہ کہدیا تہا کہ یہ زبانی دعوی نہیں پہلے روپیہ جمع کرالو اور
پہر قسم کہاؤ اور اگر ہم روپیہ داخل نہ کریں اور صرف فضول گوئی ثابت ہو تو پہر ہمارے جہوٹے ہونے

کے لئے کسی اور دلیل کی حاجت نہین لیکن کوئی ہمین سمجہادے کہ آتہم نے ان باتون کا
کیا جواب دیا کیا وہ میدان مین آیا کیا اُس نے قسم کہالی کیا اُس نے ہم سے روپیہ کا مطالبہ
کیا - کیا اُس نے اپنے اُس بیان کو پایۂ ثبوت پہنچادیا کہ مین ایام پیشگوئی مین ڈرتا تو ضرور
رہا مگر اسلام کی عظمت سے نہین بلکہ تین حملے بندوقون اور تلوارون والون نے میرے پر
کئے جنمین سے پہلا حملہ تعلیم یافتہ سانپ کا تہا جس نے امرتسر سے نکالا آپ لوگ جانتے
ہین کہ اُس الہام کا صاف یہ مطلب تہا کہ صرف اُس صورت مین آتہم صاحب پندرہ مہینہ مین
ہاویہ مین گرائے جائینگے کہ جب وہ حق کیطرف رجوع نہین کرینگے اور آپ لوگون کو اس بات
کا بہی اقرار کرنا عقلاً و انصافاً ضروری ہے کہ اگر یہ بات سچ ہے کہ اُنہون نے رجوع بحق کیا تہا تو
پہر اسکا لازمی نتیجہ یہی تہا کہ وہ مرنیسے محفوظ رکہا جاتا کیونکہ اگر تب بہی مرجاتا تو اسمین کیا شک
ہے کہ اس صورت مین پیشگوئی کی شرط جہوٹی ٹہرتی بلکہ پیشگوئی ہی باطل ثابت ہوتی وجہ یہ کہ
پیشگوئی کا مفہوم یہی چاہتا تہا کہ شرط کے پوری کرنیکی حالت مین ضرور آتہم میعاد معینہ
مین زندہ رہے اب جبکہ یہ امر طے ہو گیا کہ پیشگوئی صرف موت کی ہی خبر نہین دیتی تہی
بلکہ اپنے دوسرے پہلو سے آتہم کو اُسکی حیات کی بہی خوشخبری دیتی تہی اور شرط کے بجالانے
کے وقت اُسکا زندہ رہنا ایسا ہی پیشگوئی کی سچائی پر دلالت کرتا تہا جیسا کہ اُس صورت مین
دلالت کرتا کہ وہ بوجہ عدم پابندی شرط فوت ہو جاتا تو پہر یہ کیسی ہٹ دہرمی ہے کہ پیشگوئی
کی شرط کو نظر انداز کیا جاتا ہے اور نہ خدا سے ڈرتے ہین اور نہ اُس ذلت سے جو انصاف
کو چہوڑنیکی حالتمین لعنت کی طرح دامنگیر ہو جاتی ہے صاحبو اگر پہلے نہین سمجہا تو اب
سمجہہ لو کہ یہ **پیشگوئی درحقیقت دو پہلو رکہتی تہی** جسکی تاثیر نہ صرف مرنا تہا
بلکہ دوسرے پہلو کے لحاظ سے زندہ رہنا اور موت سے بچ جانا بہی اُسکی ضروری تاثیر
تہی پہر اگر ہمارے مخالفون اور جلد بازون کے دلون مین انصاف ہوتا تو صرف عدم
موت پر سیاپا نہ کیا جاتا بلکہ شرط کے مفہوم کو تنقیح طلب امر ٹہراتے یعنی یہ امر کہ آیا آتہم

نے حق کیطرف رجوع کیا یا نہین پہر اگر دیکہتے کہ اُس کے اُن حالات سے جو اُس نے پیشگوئی کے اثناء مین ظاہر کئے اور اُن حالات سے جو مطالبہ قسم کے وقت اُس نے دکہلائے رجوع ثابت نہین ہوتا تو جس طرح چاہتے شور مچاتے لیکن افسوس کہ ان ظالم بداندیشون نے اِس طرف رُخ بہی نہیں کیا - اے دُنیا کے دانشمند و خدا کے لئے بہی کچہہ عقل خرچ کرو اور ذرا سوچو کہ جس حالت مین پیشگوئی مین شرط موجود تہی اور آتہم نے نہ صرف اپنی مضطربانہ افعال سے ثابت کیا کہ پیشگوئی کے اثنا مین عیسائیت کا استقلال اُس سے الگ ہوگیا تہا اور اسلامی عظمت نے ایک دیوانہ سا اُسکو بنا دیا تہا بلکہ اُس نے اپنی زبان سے بہی اقرار کیا جو نور افشان مین چہپ گیا کہ میں اثناء پیشگوئی مین ضرور ڈرتا رہا لیکن نہ اسلام سے بلکہ اسلئے کہ میرے پر متواتر تین حملے ہوئے یعنی امرتسر اور لودہیانہ اور فیروزپور مین مگر وہ اِن حملون کو ثابت نہ کر سکا بلکہ مارٹن کلارک وغیرہ نے نالش کے لئے اُسکو بہت اُٹہایا اور بہت ہی زور لگایا جس سے اُس نے صاف انکار کر دیا اور میّت کی طرح اپنے تئین بنا لیا اگر وہ سچّا تہا تو سچائی کا جوش ضرور اُس مین ہونا چاہیئے تہا اور اگر اپنے لئے نہین تو اپنے دین کے لئے ضرور اس بات کا ثبوت دینا اُسکے ذمہ تہا کہ جس ڈر کا اُسکو اقرار ہے وہ محض تین حملون کے وجہ سے تہا نہ اسلامی عظمت کی وجہ سے اور ہر یک ادنٰے استعداد کا انسان بہی سمجہہ سکتا ہے کہ اُس نے اپنے اس دعوی کا ثبوت نہین دیا جو بطور روک کے اُسکی طرف سے پیش ہوا تہا بلکہ تین حملون کا ڈر ایک بے ثبوت بناوٹ اور بیہودہ روک تہی جو واقعی ڈر کے مخفی رکہنے کیلئے پیش کیگئی تہی اگر وہ سچا ہوتا تو ضرور نالش کر کے اسکو ثابت کرتا یا کسی اور طور سے اس واقعہ کو بپایہ ثبوت پہنچاتا - پس جبکہ اُس نے خوف کا اقرار تو کیا مگر ان وجوہ کو ثابت نہ کر سکا جو خوف کی بنیاد ٹہرائی تہی تو ضروری طور پر اس خوف کو پیشگوئی کی عظمت اور اسلام کے رعب کیطرف منسوب کرنا پڑا اس صورت مین ہمین کچہہ ضرور نہین تہا کہ کوئی انعامی اشتہار دیتے یا قسم کے لئے اسکو مجبور کرتے کیونکہ ان قرائن نے جو اُس نے آپ ہی

اپنے اقوال اور افعال اور حرکات سے ظاہر کئے تھے اِس بات کو بخوبی ثابت کر دیا تہا کہ وہ ضرور اسلامی عظمت سے ڈرتا رہا اور قرآن کریم اور نیز عیسائیون کی کتابون کے موافق رجوع کیلئے اسی قدر بات کافی تہی کہ اُسکے دل نے اسلامی عظمت کو مان لیا مگر ہمنے صرف اسی قرینی ثبوت پر اکتفا نہ کیا بلکہ **متواتر چار اشتہار** مع انعام رقم کثیر کے جاری کئے اور اُن میں لکہا کہ وہ قراین جو تمنے آپ ہی اپنے افعال اور اقوال اور حرکات سے پیدا کئے تمہین اس امر کا ملزم کرتے ہین کہ تم ضرور عظمت اسلامی سے ڈر کر اُس شرط کو پورا کرنے والے ٹہرے جو پیشگوئی مین درج تہی - پہر اگر تُم سے بہت ہی نرمی کرین اور فرض کے طور پر ثابت امر کو مشتبہ تصور کر لین تب بہی اس اشتباہ کا دور کرنا جو تمنے اپنے ہاتہون سے آپ پیدا کیا انصافاً وقانوناً تمہارے ہی ذمہ ہے سو اس کا تصفیہ یون ہے کہ اگر وہ خوف جسکا تمہین خود اقرار ہے اسلام کی عظمت سے نہین تہا بلکہ کسی اور وجہ سے تہا تو تم قسم کہا جاؤ اور اس قسم پر تمہین چار ہزار روپیہ نقد ملیگا اور ایک سال گذرنے کے بعد اگر تم سالم رہ گئے تو وہ سب روپیہ تمہارا ہی ہو جائیگا لیکن اس نے ہرگز قسم نہ کہائی - ہمنے اسکو اسکے خدا کی بہی قسم دی مگر حق کی ہیبت کچہہ ایسی دل پر بیٹھ گئی تہی کہ اس طرف منہ کرنا بہی اسکو موت کے برابر تہا ہمنے اُسپر یہ بہی ثابت کر دیا کہ عیسائی مذہب مین کسی نزاع کے فیصلہ کرنے کیلئے قسم کہانا منع نہین بلکہ ضروری ہے مگر اتہم نے ذرہ توجہ نہ کی اب ایماناً سوچو کہ یہ امر تنقیح طلب جو سچی رائے ظاہر کرنیکا مدار تہا کس کے حق مین فیصلہ ہوا اور کون بہاگ گیا -

اے مخالف لوگو کیا کوئی تم مین سے سوچنے والا نہین ! کیا ایک بہی نہین ؟ کیا کسی کو بہی خدا تعالی کا خوف نہین کیا کوئی بہی تم مین ایسا نہین کہ جو سیدہے دل سے اس واقعہ مین غور کرے - اس قدر افترا کیون ہے کیون دلون پر ایسے پردے ہین جو سیدہی بات سمجہہ نہین آتی - اس بات کو کہتے ہوئے کہ پیشگوئی

* **نوٹ** آتہم نے قسم کہا کر اس شبہ کو دور نہ کیا جو ڈرتے رہنے کے اقرار سے اسکی نسبت جم گیا تہا بلکہ قسم کہانے سے سخت گریز کرکے

غلط نکلی کیون تمکو خدا کا خوف نہین پکڑتا کیون تمہارا دل کانپ نہین جاتا۔ کیا تم انسان ہو یا بالکل مسخ ہو گئے وہ آنکھین کہان گئین جو حق کو دیکھتی ہین۔ وہ دل کدہر چلے گئے جو سچائی کو فی الفور سمجہہ لیتے ہین۔ اِس سے کوئی بے ایمانی بڑہکر نہین کہ جو سچی بات کو ناحق جہوٹہ بنایا جاوے اور نہ اس سے کوئی بدذاتی زیادہ بدتر ہے جو جہوٹہ پر خواہ نخواہ ضد کیجائے۔ اب کونسی دلایل باقی ہین جو ہم تمہارے پاس بیان کرین اور ثبوت مین کونسی کسر رہ گئی ہے جو وہ کسر نکالی جاوے **خدایا یہ کیسے اندہے** ہین کہ اس بات کو موہنہ پر لاتیکے وقت کہ پیشگوئی غلط نکلی پیشگوئی کی شرط کو بہول جاتے ہین **یا الہی یہ کیسی بے ایمانی اور بدذاتی** ہے جو ہمین ناحق بار بار سنایا جاتا ہے اور کوئی بہلا مانس آتہم کو جاکر نہین پوچہتا کہ **تم اس ضروری قسم سے کیون گریز کر گئے اور کیون عیسائی مذہب پر سیاہی ملدی** اور کیون ایسی قسم نہ کہائی جو عقلاً و انصافاً ذفا کو نا نہایت ضروری تہی۔ اور تم پر واجب ہو چکی تہی

اے لوگو اِس قدر غلو سے باز آجاؤ اور ڈرو کیونکہ وہ ہستی حق ہے جسکو تم بہولتے ہو اور وہ پاک ذات سچ ہے جسکی اس تعصب مین تمہین کچہہ بہی پروا نہین اُس سے ڈرو کیونکہ کوئی بیہودہ بات نہین جسکا حساب نہین لیا جائیگا اور مجہے اُسی کی قسم ہے جسکے ہاتہہ مین میری جان ہے کہ اگر آتہم **اب بہی قسم کہانا چاہے** اور اُنہین الفاظ کے ساتہہ جو مین پیش کرتا ہون ایک مجمع مین میرے روبرو تین مرتبہ قسم کہاوے اور ہم آمین کہین تو مین اُسیوقت چار ہزار روپیہ اُسکو دونگا اگر تاریخ قسم سے ایک سال تک زندہ سالم رہا تو وہ **اس کا روپیہ ہو گا** اور پہر اس کے بعد یہ تمام قومین مجہہ کو جو سزا چاہین دین اگر مجہہ کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کرین تو مین عذر نہین کرونگا **اور اگر دُنیا کی سزاؤن مین سے مجہہ کو وہ سزا دین جو** سخت تر سزا ہے تو مین انکار نہین کرونگا اور خود میرے لئے اِس سے زیادہ کوئی سوائی

نہیں ہو گی کہ مین اُنکی قسم کے بعد جسکی میرے ہی الہام پر بنا ہے جہوٹہا نکلون۔

پس اے یاوہ گو لوگو بد ذاتی کے منصوبون کو چہوڑو اور کسیطرح **آتہم صاحب کو اس بات پر راضی کرو تا ر استبازون کے حق** مین وہ فیصلہ ہو جائے جو ہمیشہ سنت اللہ کے موافق ہوا کرتا ہے اور اگر صرف گالیان دینا مطلب ہے تو ہم تمہارا موںہہ پکڑ نہیں سکتے اور نہ کچہہ اس سے غرض ہے کیونکہ قدیم **سے یہی سنت اللہ ہے کہ ہمیشہ نابکار اور بدسرشت سچون کو گالیان** دیا کرتے ہین اور ہر ایک طرف سے دکہہ دیا جاتا ہے اور آخر انجام اُن کے لئے ہوتا ہے **یہ آج تم مین ظاہر نہیں ہوا بلکہ سولہ برس سے حق کی دعوت** کر رہا ہون تمہین یہ بہی سمجہہ نہین کہ مفتری جلد ضایع ہو جاتا ہے اور خدا پر جہوٹہہ بولنے والا جلد ہلاک کی طرح نابود کیا جاتا ہے جنکو لوگ اس صدی کیلئے سچے مجدد کہتے تہے وہ مدت ہوئی کہ مرگئے اور جو انکی نظر مین جہوٹا ہے وہ ابتک صدی کے باران برس گذرنے پر بہی زندہ ہے پس اے مسلمان مخالفو **جو اپنے تئین مسلمان سمجہتے ہو اپنی جانون پر رحم کرو** کیونکہ یہ اسلام نہین ہے جو تم سے ظاہر ہو رہا ہے نئی صدی نے تمہین ایک مجدد کی حدیث یاد دلای تمنے **اسکی کچہہ بہی پروا** نہین کی کسوف خسوف نے تمہین مہدی کے آنیکی **بشارت** دی مگر تمنے اس کو بہی ایک بیہودہ بات کی طرح ٹال دیا **تمام بزرگون کی فراستین اور مکاشفات مسیح موعود** کے لئے ایک اجماعی قول کی طرح **چودہوین صدی تک** تمنے سُن لین پر تمنے اسکو بہی رد کر دیا **قرآن** کو چہوڑا اور ان حدیثون کو بہی ترک کر دیا جو قرآن کے مطابق ہین مگر یاد رکہو کہ **تم کاذب** ہو ضرور تہا کہ تم اِس **آخری** صادق کے **مکذب** ہوتے کیونکہ جو کچہہ اُس پاک نبی نے تمہارے حق مین فرمایا تہا ضرور تہا کہ وہ سب پورا ہو ؀

بعض لوگ نہایت ناسمجہی سے کہا کرتے ہین کہ اس طور سے پیشگوی کے پوری ہونے

✣ نوٹ۔ شیخ بٹالوی محمد حسین نے مولوی نواب صدیق حسن خان کو مجدد صدی چہاردہم ٹہرایا تہا۔ سو وہ صدی کے آتے ہی اس جہان سے گزر گئے اور بعض ملاؤں نے مولوی عبدالحی لکہنوی کو اس صدی کا مجدد خیال کیا تہا۔ انہون نے بہی پہلے ہی فوت ہو کر اپنے ایسے دوستونکو شرمندہ کیا منہ

ہیں فایدہ کیا نکلا اور حق کے طالبون کو کیا فیض حاصل ہوا سو انہیں اگر دانشمند ہین تو اُن تمام **پیشگویون** کو نظر کے سامنے لے آنا چاہیئے جو خدا کے پاک **نبیون** کی معرفت پوری ہوئیں تا معلوم ہو کہ پیشگویون مین خدا تعالی کی ایک خاص غرض نہین ہوتی بلکہ بعض وقت قدرت کا ظاہر کرنا مدنظر ہوتا ہے اور بعض وقت **اُن علوم اور اسرار** کا ظاہر کرنا مقصود الہی ہوتا ہے جو پیشگویون کے متعلق ہین جن کو عوام نہین جانتے اور بعض وقت ایک باریک پیشگوی لوگون کے **امتحان** کے لئے ہوتی ہے تا خدا تعالی اُنہین دکھلا دے کہ اُنکی عقلین کہانتک ہین اور ہم لکھ چکے ہین کہ حدیث نبوی کی رو سے اِس پیشگوئی مین کج دل لوگون کا امتحان ہی منظور تھا اِسلئے باریک طور پر پوری ہوئی مگر اسکے اور بھی **لوازم** ہین جو بعد مین ظاہر ہون گے جیسا کہ **کشف ساق** کی پیشگوئی اِسکی طرف اشارہ کرتی ہے

والسلام علی من اتبع الھدی

راقم

میرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ

قادیان ۔ گورداسپور

ہماری نئی تالیفات

ست بچن

آریہ دھرم